نمبر ۵۱ | مورخہ ۲۸ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء | یوم سہ شنبہ | مطابق ۵ جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۹ھ | جلد ۱۸

مدینۃ المسیح

۲۶ اکتوبر سیرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلسہ نہایت شان کے ساتھ منعقد ہوا۔ صبح کے وقت ایک جلوس ترتیب دیا گیا۔ جس میں بہت سی پارٹیاں جن میں بوڑھے۔ جوان اور بچے سب شامل تھے۔ نعتیہ اشعار خوش الحانی سے پڑھتی ہوئی اور اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتی ہوئی جلسہ گاہ سے جو دار العلوم کے کھلے میدان میں بنائی گئی تھی۔ روانہ ہوئیں۔ اور قصبہ میں سے مقررہ راستے سے جسے کاغذی جھنڈیوں اور پھول پتوں کے دروازوں سے بہترین طور پر آراستہ کیا گیا گذرتی ہوئی جب احمدیہ چوک میں پہونچیں تو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسجد مبارک کی چھت پر کھڑے ہو کر انہیں ملاحظہ فرمایا۔ اور جب تک سارا جلوس گذر نہ گیا۔ حضور کھڑے دیکھتے رہے۔ جلوس میں ایک پارٹی نومسلم سانسیوں کی بھی تھی۔ جو اپنی لے میں نعتیہ کلام پڑھتی تھی۔ ہر پارٹی کے آگے آگے جھنڈا تھا۔ جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں اشعار اور قرآنی آیات لکھی ہوئی تھیں۔ جلوس واپس جلسہ گاہ میں جا کر ختم ہوا۔ اور زیر صدارت جناب مولانا مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ پہلا اجلاس منعقد ہوا جس میں مدرسہ احمدیہ۔ مدرسہ ہائی اور جامعہ احمدیہ کے طلباء نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل پر تقریریں کیں ایک ہندو نے بھی تقریر کی اور جلسہ ۱۲ بجے کے بعد ختم ہوا۔ دوسرا اجلاس بعد نماز ظہر زیر صدارت جناب چوہدری فتح محمد صاحب ایم۔ اے شروع ہوا۔ جس میں بیس کے قریب مختلف زبانوں میں مختلف اصحاب نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر تقریریں کیں۔ آخر میں جناب چوہدری صاحب نے بھی ایک مختصر تقریر کی۔ اور جلسہ نماز عصر کے لئے ختم ہوا۔ بعد نماز عصر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے تقریر فرمائی۔ جو مغرب کے وقت تک جاری رہی جلسہ میں بعض ہندو اصحاب اور گردونواح کے مسلمان بھی شریک ہوئے۔ شام کو چراغاں کیا گیا۔

۳۰ اکتوبر دس بجے آنریبل ملک فیروز خان صاحب نون وزیر تعلیم گورنمنٹ پنجاب بذریعہ موٹر لاہور سے تشریف لائے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی سلسلہ احمدیہ کے دفاتر ہسپتال اور سکولوں کا سرسری معائنہ فرمایا۔ ۲ بجے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دعوت طعام دی جس میں بعض مقامی اصحاب کو بھی مدعو فرمایا۔ ۳ بجے کے قریب وزیر صاحب موصوف واپس تشریف لے گئے۔

۲۲ اکتوبر ڈاکٹر فضل الدین صاحب وٹرنری پنشنر کا لڑکا محمد افضل جو کہ بی۔ اے میں تعلیم پاتا تھا۔ ۱۸ سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بہت قابل اور دیندار نوجوان تھا۔ اسلامیہ کالج میں اپنی قابلیت کی وجہ سے خاص شہرت رکھتا تھا۔ اور سرکاری وظیفہ حاصل کیا ہوا تھا۔ وفات کی اطلاع پر ایک دن کے لئے کالج بند کیا گیا۔ ہمیں اس صدمہ میں مرحوم کے والدین کے ساتھ بہت ہمدردی ہے۔ خدا تعالیٰ انہیں صبر عطا کرے۔

سیرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلسوں میں تقریریں کرنے کے لئے مرکز سے بہت سے اصحاب دوسرے شہروں میں بھیجے گئے۔

خاکسار ایڈیٹر نے اب ماہ کی رخصت ختم ہونے پر [illegible] کا چارج لیا ہے

مغربی افریقہ میں تبلیغ اسلام

ایک نو مسلم مبلغ

مسٹر آدم بوہم حکیم فضل الرحمٰن صاحب کے وقت میں مسلمان ہو کر سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے تھے۔ آپ پہلے ایک عیسائی مشن میں بطور مبلغ کام کرتے تھے۔ عمر قریباً پچاس برس ہے۔ چار ماہ کا عرصہ ہوا۔ مجھے اطلاع ملی۔ کہ مسٹر آدم اپنے طور پر تبلیغ کر رہے ہیں۔ میں نے ان کو لکھا۔ کہ سالٹ پانڈ آ کر مزید واقفیت حاصل کریں۔ اور جماعت کے نظام کے ماتحت کام کریں۔ مجھے ایک دُور کے علاقہ سے دو تین خط بھی آئے۔ کہ مسٹر آدم نے ان کے شہر میں تبلیغ کی۔ اور لوگوں نے بہت خوشی کا اظہار کیا۔ اور جماعت میں داخل ہونے کے لئے تیار ہیں۔ اگرچہ ایک عیسائی مبلغ یک دم اسلامی مبلغ کی حیثیت میں تبدیل نہیں ہو سکتا لیکن ہمیں خواندہ مبلغین کی سخت ضرورت ہے۔ علاوہ ازیں مسٹر آدم اعلےٰ درجہ کے مقرر ہیں۔ فینٹی زبان میں خوب تقریر کرتے ہیں۔ اگرچہ انگریزی بھی جانتے ہیں۔ میری دعوت پر مسٹر آدم سالٹ پانڈ تشریف لائے۔ میں نے ان کی تربیت اسلامی رنگ میں جہاں تک ممکن تھا۔ کی۔ انہوں نے پہلے باقاعدہ بیعت بھی نہیں کی تھی۔ اس لئے بیعت فارم پر دستخط کرا کر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں فارم ارسال کر دیا ہے۔ سالٹ پانڈ میں انہوں نے دو لیکچر دئے۔ اور ماشاء اللہ خوب کامیاب لیکچر ہوئے۔ ان میں آپ نے چیلنج دیا۔ کہ کوئی صاحب کھڑے ہو کر پبلک کو یہ بتلائیں۔ کہ حضرت عیسےٰ کی مزعومہ موت نے ان کو کیا فائدہ دیا۔ کیا گناہ کرنے سے انہیں جیل میں جانا نہیں پڑتا۔ کیا گناہ کرنے پر انہیں طرح طرح کی بیماریوں میں گرفتار نہیں ہونا پڑتا۔ آپ نے کہا۔ اگر کوئی صاحب تسلی بخش جواب دیں۔ تو انہیں پانچ پاؤنڈ انعام دیا جائے گا۔ حاضرین خاموش بیٹھے رہے۔ کسی نے یہ چیلنج منظور نہ کیا۔ سالٹ پانڈ کا ایک دوسرا حصہ ہے۔ جسے لوٹا دن کہتے ہیں۔ وہاں کے چیف کو میں نے لیکچر کے متعلق لکھا۔ چھوٹے سے گاؤں میں قریباً تین سو لوگوں نے شوق سے مسٹر آدم کا لیکچر سُنا۔ اور بعد میں ۸ شلنگ بطور نذرانہ انہیں دئے۔ جو مشن کے فنڈ میں جمع کر دئے گئے۔ میں نے بہت سی کتابیں اور رسالے انہیں دئے۔ اور جہاں تک ہو سکا اسلامی عقائد سے انہیں واقف کر کے ان کے لئے ایک پروگرام مرتب کیا گیا ہے۔ آپ سیکنڈی اور ٹکوراڈی کے اضلاع میں جہاں ہماری جماعتیں پائی جاتی ہیں۔ تبلیغ کرینگے۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ ان کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو ہدایت دیگا ؛

گولڈ کوسٹ کی سب سے پہلی جماعت

گولڈ کوسٹ میں سب سے پہلی جماعت اکرافل کی ہے احباب کی درخواست پر وہاں ایک لڑکوں کا سکول کھولدیا ہے۔ جس میں قرآن شریف فینٹی زبان۔ اور تھوڑی سی عربی پڑھائی جائے گی۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے۔ کہ ہماری جماعت تعلیم کی طرف متوجہ ہو رہی ہے۔ آج کل ہمیں یہ بڑی دقت ہے۔ کہ خواندہ مبلغین اور اساتذہ نہیں ملتے۔ غیر خواندہ مبلغین نہ تو رپورٹ بھیج سکتے ہیں۔ اور نہ ہی سلسلہ کی کتب پڑھ سکتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات میری ہدایات بھی نہیں سمجھتے۔ اللہ تعالےٰ اس سکول کو ترقی دے۔ اور ایسے نامور مبلغ یہاں سے پیدا ہوں۔ جو سارے افریقہ کو اسلام کا حلقہ بگوش بنالیں۔ آج کل مسٹر اسحاق جو ہمارے نوجوان مبلغ ہیں۔ عارضی طور پر سکول کے انچارج ہیں۔ ٹرینڈ ٹیچر کی تلاش ہے ؛

ایک احمدی ٹریننگ سکول میں

مسٹر ممتاز بیگ ہمارے سکول کی طرف سے گورنمنٹ ٹریننگ کالج آکرا میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ جہاں [illegible] عیسائی طلباء اور پروفیسروں کا جمگھٹا اُن کے ارد گرد لگا رہتا ہے۔ وہ کالج میں جانے سے تھوڑا ہی عرصہ پیشتر مسلمان ہوئے تھے۔ میں نے انہیں تعطیلات کے موقعہ پر سالٹ پانڈ آنے کے لئے لکھا۔ چنانچہ آپ اس دفعہ سالٹ پانڈ آئے۔ ان کو بائیبل سے نوٹ لکھوا دئے ہیں۔ تثلیث اور مزعومہ کفارہ کے متعلق چند سوالات نوٹ کرا دئے مسٹر ممتاز اب تبلیغ کا اس قدر جوش رکھتے ہیں۔ کہ احمدیہ سکول کے طلباء کو تبلیغ کے متعلق لیکچر دینے کے لئے مجھے کہہ رہے تھے۔ مگر موقعہ نہ ملا۔ اب آپ کالج میں واپس چلے گئے ہیں۔ گورنمنٹ کالج کا پرنسپل بھی ایک پادری ہے۔ اور تمام پروفیسر بھی عیسائیت پھیلانے میں معروف رہتے ہیں۔

سیرالیون کے احمدی

احباب کو یاد ہوگا۔ مکرم حکیم فضل الرحمٰن صاحب نے ہندوستان جاتے ہوئے سیرالیون میں قیام فرمایا تھا۔ سیرالیون ایک بالکل الگ ملک ہے۔ حکیم صاحب قیام سیرالیون کا اکثر وقت سخت بیمار رہے۔ لیکن مجھے جو وہاں سے خطوط آ رہے ہیں۔ نہایت خوشکن ہیں۔ جماعت کی تعداد تو زیادہ نہیں۔ لیکن احباب اخلاص میں قابل رشک ہیں۔ مسٹر شریف سیرالیون کے شمالی حصہ میں اور مسٹر نبی فری ٹاؤن میں نہایت مخلص احمدی ہیں۔ میں انہیں تبلیغ کی طرف متوجہ کر رہا ہوں۔ اور کتابیں بھی ارسال کر دی ہیں ؛

ٹوگولینڈ میں احمدی

گولڈ کوسٹ کے مشرق میں اور نائیجیریا کے مغرب میں ایک ملک ٹوگولینڈ ہے۔ وہاں کے ایک صاحب مسٹر موسے نام جو پہلے پولیس میں سپرنٹنڈنٹ تھے۔ بذریعہ خط و کتابت سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے ہیں۔ اور بطور خود مسلمان علماء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعوت دے رہے ہیں۔ کہ جماعت احمدیہ میں داخل ہو کر اسلام کی خدمت کے لئے سینہ سپر ہو جائیں۔ ٹوگولینڈ میں آپ سب سے پہلے احمدی ہیں۔ حکیم صاحب کے ایک دوست نے مسٹر موسے سے احمدیہ سکول کا ذکر کیا تھا۔ جس پر انہوں نے میرے ساتھ خط و کتابت شروع کر دی۔ اور بالآخر سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو گئے ؛

احباب مسٹر موسے کے لئے دُعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالےٰ انہیں استقلال سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حلقہ غلامی میں محفوظ رکھے۔ اور ان کے ذریعہ اور لوگوں کو ہدایت دے ؛

درخواست دُعا

احباب میرے لئے بھی دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالےٰ مجھے ہر طرح اسلام کی خدمت کا اہل بنائے۔ والسلام

خاکسار نذیر احمد - ۲ - ستمبر سنہ ۱۹۳۰ء

حصہ وصیت زندگی میں ادا ہوگیا

جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری مبلغ لکھتے ہیں۔ میں ۱۳ - نومبر ۱۹۲۷ء حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو دوران گفتگو میں نے عرض کی۔ کہ میرا ارادہ ہے۔ اپنی زندگی میں ہی اپنی جائداد کی وصیت کا حصہ ادا کر دوں۔ اس پر حضورؑ نے فرمایا "آپ اگر اپنی وصیت جائداد کا حصہ اپنی زندگی میں ادا کر دیں۔ تو یہ بہتر ہے۔ کیونکہ احادیث سے ثابت ہے۔ کہ وصیت اپنی زندگی میں ادا کر دینی زیادہ موجب ثواب ہے"؛

اب مولوی صاحب موصوف نے بحساب وصیت خود و اہلیہ خود حیات بیگم صاحبہ مبلغ [illegible] روپیہ کی جائداد غیر منقولہ جو بصورت مکان سکنی و اراضی زرعی واقعہ موضع بھینی بانگر ہے۔ بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان تملیک کر دی ہے۔ اور قبضہ دے دیا ہے۔ میں اس جوشِ اخلاص پر مولوی صاحب موصوف اور ان کی اہلیہ صاحبہ کو مبارکباد کہتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ان کی قربانی قبول فرمائے۔ اور باقی موصیوں کو بھی سچے جوش و اخلاص کے ساتھ اپنی اپنی وصیت کو زندگی میں پورا کرنے کی توفیق بخشے ؛

سکرٹری مقبرہ بہشتی قادیان -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

نمبر ۵۱ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۸ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء | جلد ۱۸

مُسلمانوں کی تنظیم کی مخالفت
جمعیۃ العلماء کی طرف سے

مُسلمانانِ ہند پر اس وقت سب سے بڑی اور خطرناک بلاء جو مسلط ہے۔ وُہ پراگندگی اور بدنظمی ہے۔ ہنُدو تعداد میں۔ دولت میں۔ رسُوخ میں مسلمانوں سے بہُت بڑھ کر ہونے کے باوجُود ہر ملکی اور قومی معاملہ میں اس طرح متحد اور متفق نظر آتے ہیں۔ کہ گویا ان میں کوئی اختلاف ہے ہی نہیں۔ اور وُہ سب کے سب ایک خیال اور ایک عقیدہ کے پابند ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ جہاں ایک فرقہ کے ہندُو مذہبی عقائد میں دُوسروں سے زمین و آسمان کا فرق رکھتے ہیں۔ وہاں سیاسی اور ملکی معاملات کے لحاظ سے بھی ان میں بڑے بڑے اختلافات پائے جاتے ہیں۔ لیکن جب ان کی قومیت کا سوال ہو۔ یا جہاں دوسرے مذاہب کے لوگوں سے ان کا مقابلہ آپڑے۔ وہاں وُہ اپنے بڑے سے بڑے سیاسی اور مذہبی اختلافات کو یکسر نظر انداز کر کے متحد ہو جاتے ہیں۔ اور اس اتحاد اور یکجہتی کی وجہ سے مسلمانوں کے اہم سے اہم حقوق نہایت سہُولت اور آسانی کے ساتھ غصب کئے بیٹھے ہیں اور مسلمان اپنی پراگندگی کی وجہ سے عجز اور درماندگی کا شکار ہو رہے ہیں ۔:۔

مسلمانوں کی اس افسوسناک نہیں۔ بلکہ عبرتناک حالت کو دیکھکر حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ ایک عرصہ سے یہ کوشش فرما رہے ہیں۔ کہ متحدہ اور متفقہ اغراض و مقاصد کی حفاظت اور حصُول کے لئے مسلمانوں کو منظم اور متحد ہونے کی ضرورت کا احساس کرائیں۔ اور انہیں بتائیں۔ کہ اگر وہ ایک باعزت اور باغیرت قوم کی طرح زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ دوسروں کے دست تظلم سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں۔ اور اپنے حقوق کو غیروں کی دست برد سے بچانا چاہتے ہیں۔ تو اس کا ایک ہی طریق ہے۔ اور وہ یہ کہ خواہ عقائد کے لحاظ سے ان میں کتنا ہی اختلاف ہو۔ غیروں کے مقابلہ میں جو ان کے مذہبی اختلافات کی وجہ سے ان میں کوئی تمیز روا نہیں رکھتے۔ بلکہ تمام مسلمان کہلانے والوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتے ہیں۔ متحد اور متفق ہو جائیں۔ اور ایسے تمام امُور میں جو ہر مسلمان کہلانے والے کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ خواہ وُہ شیعہ ہو۔ یا سُنی۔ اہلحدیث ہو یا احمدی۔ ایک نقطہ پر جمع ہو جائیں اور ان کے لئے متحدہ جد وجہد کریں ۔:۔

جُوں جُوں مسلمانانِ ہند برادرانِ وطن کی چیرہ دستیوں اور زور آزمائیوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کے پیش کردہ اس طریقِ اتحاد کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں اور اس پر کاربند ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں میں ایسے لوگ پیدا ہو چکے ہیں۔ جو متحدہ اور مشترکہ حقوق کی حفاظت اور ان کے حصول کی خاطر ہر فرقہ اور ہر عقیدہ کے مُسلمانوں کا ایک محاذ قائم کرنے میں منہمک ہیں۔ اور مسلمانوں کی کامیابی کے لئے اسے نہایت ضروری سمجھتے ہیں۔ اسی مقصد اور مُدعا کو پیش نظر رکھ کر صُوبہ متحدہ میں ایک تنظیم کمیٹی قائم ہوئی ہے۔ جس کا ایک وفد مختلف مقامات کا دَورہ کر کے مسلمانوں کو منظم کرنے اور اپنے حقوق کی خاطر متحد بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن ہمیں یہ دیکھکر نہایت ہی رنج اور افسوس ہُوا۔ کہ نام نہاد جمعیۃ العلماء مسلمانوں کی اس تنظیمی جد وجہد کی شروع دن سے سر توڑ مخالفت کر رہی ہے اور اس کا "واحد ترجمان" "الجمعیۃ" اپنا سارا زور اس کے خلاف صرف کر رہا ہے ۔:۔

اگرچہ عُلماء کی یہ جمعیۃ اپنی ساری عمر میں نہ صرف مُسلمانوں کی بہتری اور بھلائی کی کوئی معمولی سی خدمت بھی سرانجام نہیں دے سکی۔ بلکہ اس کا وجود نامسعُود مسلمانوں کے افتراق اور انشقاق کی خلیج کو اور زیادہ وسیع کرنے کا موجب ثابت ہُوا ہے۔ تاہم اس کا موجودہ رویہ نہایت ہی شرمناک حد کو پہنچ چکا ہے۔ کیونکہ ایک طرف تو وہ کانگرس کی زرخرید لونڈی کی حیثیت میں کام کر رہی ہے اور مُسلمانوں کے ملکی اور سیاسی حقوق کو قطعاً نظر انداز کر کے ایسی راہ اختیار کر چکی ہے۔ جسے مسلمانانِ ہند کی بہُت بڑی کثرت ہلاکت اور تباہی کی راہ سمجھکر اس سے الگ ہو چکی ہے۔ اور دوسری طرف اس کی یہ کوشش ہے۔ کہ مسلمانوں کا شیرازہ پراگندہ اور منتشر ہی رہے۔ اور ان میں قطعاً تنظیم نہ قائم ہو ۔:۔

اگرچہ علماء کی جمعیۃ کا یہ رویہ نہایت ہی افسوسناک ہے لیکن خلافِ توقع نہیں۔ کیونکہ یہی تو وُہ گروہ ہے۔ جس کے متعلق مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آج سے تیرہ سو سال قبل فرمایا تھا۔ علماءھم شر من تحت ادیم السماء۔ کہ اس زمانہ کے علماء آسمان کے نیچے سب سے بدترین مخلوق ہونگے۔ اب اگر علماء کہلانے والے ایک طرف مسلمانوں کے گلے میں ہندوؤں کی غلامی کا طوق ڈالنے کی کوشش نہ کریں۔ اور دوسری طرف ان کی تنظیم میں حائل ہو کر انہیں پراگندہ اور منتشر رکھنے میں مصروف نہ ہوں۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد کے مصداق کس طرح بنیں۔ پس جو کچھ وُہ کر رہے ہیں۔ وُہی انہیں کرنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ اسی کے لئے وُہ پیدا کئے گئے ہیں لیکن سوال یہ ہے۔ کہ مُسلمان کب تک ان کو اپنی تباہی و بربادی کا موقعہ دیتے رہیں گے۔ اور کب تک ان کی وجہ سے قعر مذلت میں گرے رہیں گے۔ یہ ایک ایسا سوال ہے۔ جس کے جواب کے ساتھ مسلمانوں کی زندگی اور موت وابستہ ہے۔ مسلمان اگر زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ اگر ذلت اور ادبار کے گڑھے سے نکلنا چاہتے ہیں اگر عزت و آبرُو کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ تو ان کا فرض ہے کہ وُہ ایسے علماء کو جو انہیں متحدہ اور مشترکہ اغراض اور ملکی و سیاسی حقوق کی حفاظت کے لئے بھی متحد نہیں ہونے دیتے۔ اور اس میں روڑے اٹکاتے رہتے ہیں۔ صاف طور پر کہدیں۔ کہ ہم پر تمہاری حقیقت خُوب کھل چکی ہے۔ اب ہم تمہارے پھندوں میں نہیں پھنس سکتے۔ ایک لمبا عرصہ تمہارے پیچھے چل کر اور تمہاری ہدایات پر عمل کر کے دیکھ لیا۔ سوائے تباہی و بربادی کے کچھ حاصل نہ ہُوا۔ اب تم اپنی راہ لو۔ اور ہمیں اپنے حال پر چھوڑ دو ۔:۔

جب تک مُسلمان خُوب اچھی طرح ایسے علماء کو کھری کھری نہ سنائیں گے۔ اس وقت تک ان کی فتنہ پردازیوں سے نہ بچ سکیں گے۔ اور جب تک ان کی فتنہ انگیزیوں سے نہ بچیں گے اس وقت تک۔ اپنی تنظیم نہ کر سکیں گے۔ اور جب تک متحدہ اغراض اور مقاصد کے لئے متحد اور منظم نہ ہو جائیں گے۔ اس وقت تک اس خطرناک طوفان کی زد سے نہ بچ سکیں گے۔ جو ان کے خلاف امنڈا چلا آرہا ہے۔ پس وُہ لوگ جو مسلمانوں کی تنظیم اور اتحاد کی خاطر کھڑے ہوں۔ اور اس کے لئے جد وجہد کرتے ہوں۔ ان کا اولین فرض ہے کہ اپنے راستہ کے کانٹوں کو پوری احتیاط سے دُور کریں۔ اور وہ کانٹے علماء ہیں۔ جو اِس وقت مسلمانوں کی تباہی کا سب سے بڑا باعث ہیں ۔:۔

پنجاب کونسل کی صدارت اور لالہ منوہر لال

لالہ منوہر لال صاحب کے وزارت کی کُرسی سے محرُوم ہونے کے بعد چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ ہندُو لالہ صاحب کو عزلت گزینی کا مشورہ دیتے۔ لیکن برخلاف اس کے انہوں نے وزارت کی بجائے صدارت کے امید وار کے طور پر لالہ صاحب کو لا کھڑا کیا اور بڑے طمطراق سے اخبارات میں یہ اعلان کیا گیا:- کہ

"کونسل کی صدارت کے لئے اس دفعہ سب سے طاقتور حریف لالہ منوہر لال سابق وزیر تعلیم ہیں"

اس کے ساتھ ہی ان کی کامیابی کو یقینی بتاتے ہوئے لکھا:-

"لالہ صاحب کو ہندُو پارٹی نے اپنی متفقہ رائے سے منتخب کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ادھر سکھ پارٹی نے بھی یہ طے کر لیا ہے۔ کہ اگر لالہ منوہر لال صدارت کے امید وار کھڑے ہوں۔ تو تمام سکھ ممبران کے حق میں ووٹ دیں گے۔ سرکاری ممبروں کے متعلق بھی یہ باور کرنے کی کافی وجوہات ہیں۔ کہ لالہ منوہر لال کو ہر دُوسرے امیدوار پر ترجیح دیں گے۔ باقی رہی مسلم پارٹی سو اس میں سے شاید ہی کوئی ممبر لالہ منوہر لال کے حق میں ووٹ دے۔ لیکن اس حالت میں جبکہ کونسل کی دیگر تین پارٹیاں لالہ منوہر لال کی پشت پر ہوں گی مسلم پارٹی کی مخالفت کوئی وقعت نہیں رکھتی" (پرتاپ ۱۸ اکتوبر)

لالہ صاحب کے زخم خوردہ قلب و جگر کے لئے یہ مرہم تو بہت محنت سے تیار کیا گیا تھا۔ لیکن افسوس کہ اس نے کچھ بھی اندمال نہ کیا۔ اور پرتاپ کو دوسرے ہی دن (۲۲- اکتوبر) یہ اعلان کرنا پڑا:-

"مسٹر منوہر لال نے خود ہمیں اطلاع دی ہے۔ کہ وُہ صدارت کے لئے کھڑا ہونے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے"

کیوں ارادہ نہیں رکھتے۔ اس کی وجہ کوئی نہیں بتائی گئی مگر وُہ وجہ سوائے اس کے کیا ہو سکتی ہے۔ کہ دوہری ناکامی برداشت کرنے کی وُہ تاب نہیں رکھتے۔

عیسائیوں کی عارضی شادی اور آریوں کا نیوگ

طلاقوں کی کثرت سے مجبُور ہو کر پادری صاحبان اس امر پر غور کر رہے ہیں۔ کہ مستقل شادیوں کے علاوہ عارضی شادیوں کو رواج دیا جائے۔ یعنی ایک مقررہ عرصہ تک کے لئے تجربتاً شادی کی جائے۔ اگر اس عرصہ میں مرد و عورت ایک دوسرے سے خوش رہیں۔ اور سمجھیں۔ کہ وُہ اکٹھے زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ تو پھر شادی کو مستقل کر دیا جائے۔

اس پر آریہ اخبار "پرتاپ" (۱۸- اکتوبر) اعتراض کرتا ہوُا لکھتا ہے:-

"یہ ساری کھینچ تان اس لئے کی جا رہی ہے۔ کہ وہاں لوگوں نے شادی کو محض تفریح کا سامان سمجھ رکھا ہے۔ انسانی فطرت کی بلندی پر وُہ قائم نہیں رہے۔ نیچے گر گئے ہیں۔ اگر افزائش نسل کا مسئلہ ان کے پیش نظر ہو۔ تو انہیں عارضی و ارضی کے جھگڑوں میں پڑنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہو۔ کاش ان کی آنکھیں ہندُو تمدن کی روشنی سے منوّر ہو سکتیں"

بے شک عارضی شادی کی تجویز انسانی فطرت کی بلندی سے نیچے گر جانے کی علامت ہے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں ہندو تمدن نے "افزائش نسل کا مسئلہ" جس رنگ میں پیش کیا ہے۔ وُہ بھی تو انسانی فطرت کی بلندی ظاہر نہیں کرتا۔ "پرتاپ" کے نزدیک "ہندو تمدن" کی اس سے بڑھ کر صحیح تشریح اور تفصیل اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ جو مہرشی سوامی دیانند نے دنیا کے سامنے پیش کی ہے۔ اور جس کا کچھ حصہ "ستیارتھ پرکاش" میں موجُود ہے۔ اس کتاب میں سوامی جی نے ایک شادی شدہ عورت کو گیارہ مردوں اور شادی شدہ مرد کو گیارہ عورتوں تک سے تعلقاتِ خاص پیدا کرنے کی کھُلی کھُلی اجازت دی ہے۔ اور اس طرح نہ صرف "افزائے نسل کا مسئلہ" حل کیا ہے۔ بلکہ مرد کے سفر پر چلے جانے یا بیمار اور کمزور ہونے یا نہ رہ سکنے کی صورت میں بھی غیر عورتوں سے اس قسم کے تعلقات کو جائز قرار دیا ہے۔ اسی طرح مردوں کے لئے بھی کئی رنگ میں آسانیاں بہم پہونچائی ہیں۔ اور اس کا نام نیوگ رکھا ہے۔ ہم "پرتاپ" اور دُوسرے آریہ صاحبان سے پوچھنا چاہتے ہیں۔ کیا یہی وُہ افزائش نسل کا مسئلہ ہے۔ جو یورپ کے سامنے وُہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اور ہندُو تمدن کی یہی وُہ روشنی ہے جس سے انہیں منوّر کرنا چاہتے ہیں۔

ہمارے نزدیک نیوگ کی مختلف صورتیں یورپ کی عارضی شادی سے بھی بہت زیادہ انسانی فطرت سے گرے ہونے کا ثبوت ہیں۔

ہندوؤں کی نظر میں کانگریس کی وقعت

ہندو ایک طرف تو کانگریس کے بہت بڑے شیدائی بنتے اور اس کے احکام کی تعمیل اپنی زندگی کا فرض بتاتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف ان کے بڑے بڑے لیڈر گورنمنٹ کے محکموں میں داخل ہونا باعث اعزاز سمجھتے۔ اور سارے ہندو اس خوشی میں پھُولے نہیں سماتے۔

کانگریس نے کونسلوں میں داخلہ کی قطعی طور پر ممانعت کر رکھی ہے۔ مگر باوجود اس کے ہندُو ہر صُوبہ کی کونسلوں میں منتخب ہو کر گئے۔ اور کسی کونسل یا اسمبلی کی کوئی ایک بھی ایسی سیٹ نہیں جسے ہندوُوں نے کانگریس کے حکم پر عمل کر کے خالی رہنے دیا۔ بلکہ تمام کی تمام سیٹیں پر ہو گئیں۔ کانگریس کی ناکامی اور پبلک پر اثر نہ رکھنے کی یہ ایک ایسی صاف اور واضح دلیل ہے۔ کہ جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہنا پڑتا ہے۔ کہ ہندُو گورنمنٹ سے عدم تعاون کا زور شور سے اعلان کرنے کے باوجُود اپنے اغراض و مقاصد کے حصول کی خاطر گورنمنٹ سے تعاون کرنے کا کوئی معمولی سے معمولی موقعہ بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ اسی وجہ سے وُہ باوجُود کانگریس کی طرف سے سخت ممانعت کے نہ صرف کونسلوں میں گئے۔ بلکہ ان میں اگر کسی بڑے سے بڑے آزادی کے چیمپئن اور حریت نواز کو بھی گورنمنٹ نے کوئی عہدہ دیا۔ تو اُس نے بصد شکر قبول کیا۔ اور ساری ہندُو قوم گورنمنٹ کی شکر گذاری کا اظہار کرنے لگی۔ چنانچہ ڈاکٹر گوکل چند صاحب نارنگ کے پنجاب گورنمنٹ میں وزیر مقرر ہونے پر ایسا ہی کیا گیا۔

کانگریس کا بہت بڑا حامی اخبار "ملاپ" (۱۷- اکتوبر) لکھتا ہے:-

"ڈاکٹر گوکل چند جی نارنگ بیرسٹر وزیر مقرر کئے گئے ہیں ہندوُوں کے تمام حلقوں میں یہ خبر نہایت مسرت سے سُنی گئی۔ اور ہر چھوٹے بڑے نے اس پر خوشی کا اظہار کیا"

پھر یہی اخبار لکھتا ہے:-

"جب سے اصلاحات جاری ہوئی ہیں۔ تب سے آج پہلی دفعہ ہندوُوں میں سے ایک قابلِ اعتماد۔ اور قابلِ بھروسہ وزیر چنا گیا ہے"

ہندوُوں کا حق ہے۔ کہ ڈاکٹر گوکل چند صاحب نارنگ کے وزیر بنائے جانے پر جس قدر چاہیں۔ خوشی منائیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی انہیں یہ بھی بتا دینا چاہیئے۔ کہ جو شخص کانگریس کے ایک اہم حکم کو پرکاہ جتنی بھی وقعت نہ دیتا ہوُا کونسل کا ممبر بن جائے اور پھر گورنمنٹ سے تعاون کرنے کے لئے اس کا وزیر قرار پائے۔ اس کے اس تقرر پر خوشی منانا اور اُسے نعمت غیر مترقبہ سمجھنا کانگریس کی وقعت کو خاک میں ملانا ہے۔ یا نہیں۔

بات یہ ہے۔ کہ ہندُو حصُولِ منفعت کے لئے کانگریس چھوڑ اس سے بھی عزیز اور زیادہ قابلِ وقعت چیز مذہب کو بھی پس پشت ڈال دینا معمولی بات سمجھتے ہیں۔ اور کانگریس میں ان کا سارا زور شور محض اس لئے ہے۔ کہ اس طرح ملک میں اپنی برتری اور فوقیت قائم کریں۔ ورنہ کہاں کی کانگریس اور کہاں کا عدم تعاون۔ وُہ تو ہر وقت گورنمنٹ کی دہلیز پر ناک رگڑنے اور ماتھا گھسنے کے لئے تیار ہیں۔ وہ مسلمان جو ہندوُوں کے داؤ میں آکر گورنمنٹ کے خلاف شورش میں حصہ لے رہے ہیں۔ انہیں ہندوُوں کے طریق عمل سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

68

مکتوب امام علیہ السلام

حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کی حفاظت کے لئے کسی کی پرواہ نہیں کیجا سکتی

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ پچھلے دنوں جب شملہ میں رونق افروز تھے۔ تو حضور کی خدمت اقدس میں ایک مولوی صاحب نے ایک خط لکھا جس میں ایک درس کے بند کرنے کا ذکر تھا۔ اس کا جواب حضور نے شملہ سے ہی ارسال فرمایا۔ جواب اشاعت کے لئے الفضل کو عنایت کیا گیا ہے۔ حضور کا یہ مکتوب درج ذیل ہے۔ (ایڈیٹر)

مکرمی مولوی صاحب :-

السلام علیکم۔ آپ کا خط ملا۔ مجھے تعجب ہوا۔ کہ آپ کے نزدیک وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ اور ہواذن کے شارالیہ کا مفہوم اب بدل گیا ہے۔ لوگوں کا آپس میں چہ میگوئیاں کرنا جائز۔ لیکن خلیفہ تک پہنچانا فیضان الٰہی کو بند کرنے کے مترادف۔ اگر جو کچھ انہوں نے کہا۔ وہ درست تھا تو الزام مجھ پر ہے۔ کہ بلا وجہ درس بند کر دیا۔ نہ ان پر۔ اور اگر انہوں نے جھوٹ سے کام لیا۔ تو اس کا ثبوت ہونا چاہیئے۔

آپ نے تحریر کیا ہے۔ کہ سست اور غافل لوگ تو بہت خوش ہیں۔ کہ درس بند ہوا۔ اور شائقین قرآن اور نو واردین اس محرومی پر افسوس کرتے ہیں۔ پہلے گروہ کی سستی کا ثبوت آپ نے مولوی سید سرور شاہ صاحب کے درس میں عدم شمولیت سے دیا ہے۔ آپ کی یہ دلیل عجیب پر لطف ہے۔ کیونکہ سوال یہ ہے۔ کہ مولوی سید سرور شاہ صاحب کے درس میں جو لوگ جاتے ہیں۔ وہ وہی ہیں۔ جو .... کے درس میں جاتے تھے۔ اگر یہ درست ہے۔ تو پھر بے رونقی کیسی وہ با رونق ہوگا۔ اگر وہ لوگ نہیں جاتے۔ تو ان کے شوق کا ثبوت کیا رہا۔ اگر انہیں شوق ہوتا۔ تو اب جبکہ .... کا درس بند تھا۔ اور میں بھی وہاں نہ تھا۔ انہیں زیادہ شوق سے وہاں جانا چاہیئے تھا۔ مولوی صاحب کے درس کی بے رونقی تو بتاتی ہے۔ کہ ان لوگوں کو شوق قرآن کا نہیں۔ بلکہ کچھ اور ہی خیال درس میں لے جاتا تھا۔

پھر آپ کے مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو درس میں نہیں جاتے۔ وہ شائق قرآن نہیں۔ بلکہ سست لوگ ہیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ کہ کتنی دفعہ آپ نے .... کو میرے درسوں میں آتے دیکھا ہے۔ پھر اگر بے رغبتی کے مجرم وہ خود ہیں۔ تو خود درس دینے کا شوق انہیں کس وجہ سے پیدا ہوا۔ کیا ان کا قرآن کریم سے صرف یہ تعلق ہے۔ کہ کوئی اور درس دے۔ تو انہیں سننے کی ضرورت نہیں۔ ہاں خود درس دینے کا موقعہ ہو۔ تو وہ شیدائے قرآن ہیں۔

پھر آپ نے لکھا ہے کہ اگر .... سے کوئی ایسی غلطی سرزد ہو جائے۔ تو یہ تفسیر بالرائے نہیں کہلا سکتی۔ چونکہ آپ کے نزدیک ان کے برابر کوئی عالم دنیا میں نہیں ہے۔ حتیٰ کہ آپ نے ان کے لئے غصہ میں حافظ صاحب مرحوم جیسے عالم قرآن پر جن کے مقابل پر .... کے علم کی کوئی حقیقت نہیں۔ اور جو اب دنیا سے بھی گذر چکے ہیں۔ اور .... کے مقابل پر وہ نہیں۔ بلکہ میں ہوں۔ حملہ کر دیا ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے "تفسیر تو بڑی بات ہے۔ میں نے ان (مولوی سید سرور شاہ صاحب) کا اور حضرت حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ وارضاہ کا ترجمہ دیکھا ہے۔ اس میں دونوں حضرات نے بعض جگہ غلطیاں کی ہیں۔ چنانچہ بعض جگہ تو لغت کو بھی بگاڑا ہے۔ اور ترجمہ کے وقت مخاطب اور متکلم کی حیثیت جو محل اور موقع کے لحاظ سے ضروری تھی۔ ملحوظ نہیں رکھی گئی"۔ مثال کے طور پر آپ نے لکھا ہے۔ کہ حافظ صاحب نے فَاْتِيٰهُ کا ترجمہ "جاؤ" کر دیا ہے۔ حالانکہ "آؤ" چاہیئے تھا۔ اور نکتہ آپ نے یہ بتایا ہے۔ کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ اور خدا تعالےٰ ہر جگہ پر ہے۔ پس ایک جگہ اس نے موسیٰ و ہارونؑ کو "جاؤ" کہا ہے۔ اور ایک جگہ اپنے ہر جگہ ہونے کی طرف اشارہ کرنے کے لئے "آؤ" کہا ہے یہ بتانے کے لئے کہ میں وہاں تمہارا حافظ ہوں گا۔

اوّل تو آپ کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ یہ ترجمہ حافظ صاحب کا نہیں ہے۔ شاہ رفیع الدین صاحب کا ہے۔ اور حافظ صاحب نے صرف کسی کسی جگہ موجودہ محاورہ کے مطابق تبدیلی کر دی ہے پس اگر کوئی غلطی ہے۔ تو شاہ رفیع الدین صاحب کی ہے۔ نہ کہ حافظ صاحب کی۔ فَاْتِيٰهُ جس آیت میں ہے۔ اس آیت کا ترجمہ بغیر کسی تغیر کے حافظ صاحب نے رہنے دیا ہے۔ اور ایسی امثلہ جس میں کسی کسی جگہ تبدیلی ہو۔ ایمیں بہت امور نظر سے رہ جاتے ہیں۔

دوم یہ کہ آپ کا یہ خیال کہ یہ ترجمہ عربی کے لحاظ سے غلط ہے۔ بالکل درست نہیں۔ اسے ہم اردو کے لحاظ سے تو کمزور کہہ سکتے ہیں۔ لیکن عربی کے لحاظ سے یہ ترجمہ بالکل درست ہے۔ آپ نے یہ تو دیکھا کہ "فَاْتِيَا" اور "فَاذْهَبَا" دونوں کا ترجمہ "جاؤ" کیا گیا ہے۔ لیکن یہ نہ دیکھا۔ کہ ایک جگہ "اُس کی طرف جاؤ" ترجمہ کیا گیا ہے۔ اور دوسری جگہ "اُس کے پاس جاؤ" کیا گیا ہے اور اَتیٰ کے اصل معنے پہنچنے کے ہوتے ہیں۔ اور یہ معنے "پاس جاؤ" سے ظاہر ہو جاتے ہیں۔ گو اسے ہم اچھی اردو نہیں کہہ سکتے۔ لیکن "آؤ" تو بالکل ہی اردو نہیں۔ ہر زبان کا الگ الگ محاورہ ہوتا ہے۔ یہ اعتراض تو ایسا ہی ہے۔ جیسے کوئی شخص یہ کہے۔ کہ عربی میں تو فَاْتِيٰهُ ہے۔ اس لئے ترجمہ یہ کرنا چاہیئے۔ کہ "پس آؤ تم اس کو" اور "پاس" وغیرہ کا لفظ بڑھانا بالکل جائز نہیں۔ ہر زبان کا محاورہ الگ ہوتا ہے۔ کسی زبان میں ایک لفظ سے ایک مفہوم کو ادا کرتے ہیں۔ دوسری میں دوسرے لفظ سے اور ترجمہ کے وقت اسی زبان کا لحاظ ہوگا۔ کہ جس میں ترجمہ ہو رہا ہے۔ پس گو عربی زبان میں اَتیٰ متعدی ہے۔ لیکن اردو میں "آنا" متعدی نہیں ہے۔ اس لئے اردو محاورہ کے مطابق ترجمہ کرنا ہوگا۔ بے شک ذَهَبَ اور اَتیٰ میں فرق ہے۔ لیکن وہ فرق یہی ہے کہ ذَهَبَ اِلَيْهِ میں کسی کی طرف حرکت کرنے کا اشارہ ہوتا ہے۔ اور اَتیٰ میں اس تک پہنچ جانے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ ہم ذَهَبَ اِلَيْهِ کہیں۔ اور بعد میں کہدیں کہ فَلَمْ يَجِدْهُ۔ وہ اس کی طرف گیا۔ لیکن اسے ملا نہیں۔ لیکن جب کہیں کہ اَتَاهُ تو اس کے بعد فَلَمْ يَجِدْهُ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اَتیٰ کا لفظ پاس پہنچ جانے پر دلالت کرتا ہے۔

آپ نے لکھا ہے۔ کہ اَتیٰ کا لفظ ذَهَبَ کہتے ہوئے خدا تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں بول سکتا۔ حالانکہ عربی میں یہ عام محاورہ ہے۔ کہ ایک شخص دوسرے غائب شخص کے متعلق کہہ دیتا ہے۔ کہ فَاْتِهٖ وَقُلْ لَهٗ اس کے پاس پہنچ کر اسے یہ کہہ۔ پس اگر اوپر کے ترجمہ میں کوئی کمزوری ہے۔ تو صرف اس قدر کہ اردو محاورہ کے مطابق یہ نہیں لکھا گیا۔ کہ پھر تم (دونوں) اس کے پاس جا پہنچو۔ پھر اس سے اس طرح کہو۔

آپ نے لکھا ہے۔ کہ وہ "بے نظیر فاضل جن کی نظیر میری نظر میں دنیا بھر میں ملنا مشکل ہے .... اگر قرآن کریم کی تفسیر کرنے اور درس دینے کی اہلیت نہیں رکھتا جو .... لحاظ سے سب سے بڑھ کر مقام سبقت پر ہونا چاہیئے۔ تو پھر دوسرا کون ہے۔ جو قرآن کریم کو قادیان مقدس میں سنانے کی اہلیت رکھتا ہے"۔ مجھ سے سنیئے۔ قادیان مقدس میں خدا تعالےٰ کا مقرر کردہ

خلیفہ اور اس کے مقرر کردہ علماء سب سے زیادہ قرآن سنانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ یہی اعتراض پہلے بھی بعض نے کیا تھا۔ کہ فلاں شخص جو اس وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں بیٹھتا تھا۔ جبکہ عمرؓ آپؐ کے قتل کے درپے رہتے تھے۔ اگر مدینہ میں فتویٰ دینے کا مستحق نہیں۔ تو اور کون مستحق ہے۔

پھر آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ "...... کی تفسیر جو سننے میں آئی ہے۔ کہ کوہ طور کو لوگوں کے سروں پر معلق کر دیا گیا تھا۔ یہ تفسیر قرآن کریم کے خلاف معلوم نہیں ہوتی۔ اِس لئے کہ سورۂ اعراف میں اس کی تصدیق موجود ہے۔ جہاں لکھا ہے۔ واذ نتقنا الجبل فوقهم كانه ظلة وظنوا انه واقع بهم۔ پھر آپ نے تشریح بیان فرمائی ہے۔ کہ پہلے زلزلہ کا ذکر ہے۔ اور زلزلہ میں ایسی حالت ہو جاتی ہے۔ بیشک ہو جاتی ہوگی۔ لیکن آپ کا راوی کوئی خاص شخص ہوگا جس نے آپ کو یہ ترجمہ سنایا ہوگا۔ اگر آپ میرا خطبہ پڑھتے یا پڑھ کر اسے آپ سچا سمجھتے۔ (کیونکہ آپ نے اس واقعہ کا ذکر کر کے ایک جگہ اگر کا لفظ استعمال فرمایا ہے) تو آپ کو معلوم ہوتا کہ ...... نے زلزلہ کا ذکر نہیں کیا تھا۔ بلکہ یہ کہا تھا۔ کہ پہاڑ کو اُٹھا کر سروں پر معلق کر دیا تھا۔ اور جب کسی نے ان سے کہا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو فرمایا ہے۔ کہ ایمان میں غیب ہونا چاہیئے۔ ایسے نشان کے بعد کون منکر رہ سکتا تھا۔ اور خدائے تعالےٰ کی سنت کے خلاف ہے۔ کہ اس طرح ایمان لانے پر مجبور کرے۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ اس زمانہ کے لوگ بچوں کی طرح ہوتے تھے۔ ان پر جبر جائز تھا۔ اس واقعہ کی موجودگی میں آپ کی تشریح مدعی سُست گواہ چُست والی بات ہے۔

چونکہ آپ نے اس خبر کے پہنچانے والے راویوں پر بھی غصہ کا اظہار کیا ہے۔ اس لئے میں بتا دوں کہ یہ لوگ ...... کے دشمن نہ تھے۔ بلکہ سب سے پہلے تو ایک عورت کی روایت مجھ تک پہنچی۔ کہ اس نے ہمارے خاندان کی ایک فرد سے بیان کیا۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح کا درس تو سمجھ میں ہی نہیں آتا۔ ...... کا درس ایسا ہوتا ہے۔ کہ فوراً دل مان لیتا ہے۔ کہ بس بات یہی ٹھیک ہے۔ یہ روایت مجھ تک پہنچی۔ تو میرا دل کھٹکا۔ کہ یقیناً کوئی ایسے ہی مطالب ہونگے۔ جو ایسی جاہل عورت کے نزدیک فوراً قابل قبول ہوں۔ میں نے بعض دوستوں سے پوچھا۔ تو انہوں نے بتایا۔ کہ اس قسم کے معانی ہوتے ہیں۔ اس پر میں نے بعض درس میں جانے والے تعلیم یافتہ جہانوں سے دریافت کیا۔ تو انہوں نے اس کی تصدیق کی اور بتایا۔ کہ اس پر بحث بھی ہوئی۔ اور انہوں نے نہیں مانا۔ اس عرصہ میں مجھے دوسری روایت ملی۔ کہ ...... نے درس قرآن میں رویت الٰہی کا بھی انکار کیا۔ حالانکہ کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روایت بھی سنائی۔ اِس امر کے گواہ کہ انہوں نے رویت الٰہی کا انکار کیا۔ ایک راست باز افغان مہاجر ہیں۔

مگر یہ پہلی بار نہیں۔ پہلے بھی اس درس کے متعلق میرے پاس شکایت آئی تھی۔ کہ اس میں یہ بیان کیا گیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات حدیثوں سے ادنیٰ درجہ رکھتی ہیں۔ اور اس پر میں نے ایک خطبہ بھی پڑھا تھا۔ کہ یہ خیال تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ پر پانی پھیرنے والا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو لکھتے ہیں۔ کہ میں سینکڑوں حدیثوں کو غلط کہوں۔ تو وہ غلط ہونگی۔ کیونکہ میں حَکَم عدل ہوں۔ اور بتایا۔ کہ حدیث گو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام کہلاتی ہے۔ لیکن یہ یقینی امر تو نہیں۔ کہ وہ حدیث ضرور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہی ہے۔ ممکن ہے۔ کہ جو حدیث حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام کے کلام کے مخالف ہو۔ وہ کسی وضاع کی بنائی ہوئی ہو۔ اسی طرح ممکن ہے۔ کہ راوی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بات ہی نہ سمجھی ہو۔ یہ بھی ممکن ہے۔ کہ سلسلہ روایت میں سے کسی کو کچھ حصہ بھول گیا ہو۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر تو بالکل محفوظ ہے۔ پس اس وجہ سے نہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام پر نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کلام مقدم ہے۔ بلکہ اِس لئے۔ کہ آپکی تحریر یقینی ذریعہ سے پہنچی ہے۔ اور آپ کو اللہ تعالےٰ نے اِس لئے بھیجا ہے۔ کہ آپ فیصلہ کریں۔ کہ حدیثوں میں سے کونسی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں۔ اور کونسی نہیں۔ پس آپ کی تحریر کو احادیث سے رد نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ آپ کی تائید یا تردید سے ایک حدیث کی تائید یا تردید کی جائیگی۔ خواہ بخاری یا مسلم کی حدیث ہی کیوں نہ ہو۔

اِسی طرح انہی دنوں میں مجھے یہ روایت پہنچی۔ کہ ...... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تفسیر کے منکر ہیں۔ کہ جنت کی نعماء درحقیقت اس دنیا کی عبادات کی تمثیل ہونگی۔ اور پھر اس کی تصدیق بھی ہو گئی۔ اور وہ اِس طرح کہ ایک دفعہ وہ بیمار ہوئے۔ اور میں انکی عیادت کے لئے گیا۔ تو انہوں نے میرے سامنے کہا۔ کہ آپ سب لوگ گواہ رہیں۔ کہ میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ جنت کے متعلق جو وعدے ہیں۔ وہ سب اپنی ظاہری صورت میں ہی پُورے ہونگے۔ اور وہاں وہ چیزیں بعینہٖ ہونگی۔ جن کے نام قرآن کریم میں آئے ہیں۔

آپ ان سب امور کا نام اجتہادی غلطی رکھینگے۔ لیکن کیوں مولوی محمد علی صاحب کی اجتہادی غلطی نہ مانی جائے۔ جب وہ کہتے ہیں۔ کہ عیسےٰ علیہ السلام کا باپ تھا۔ اور کیوں ان پر یہ اعتراض کیا جائے۔ کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف چلتے ہیں۔ افتؤمنون ببعض الكتاب وتكفرون ببعض۔ شاید آپ تو اس پر بھی ناراض ہوں۔ کہ وہ باتیں جو میرے سامنے ہوئیں۔ میں نے کیوں سُنیں۔ کیونکہ اس سے وہ بے نظیر فیضان جسکی مثال دنیا میں نہیں ملتی بند ہو گیا۔

مولوی صاحب میرا ایمان نجاشی کے ایمان سے خدا تعالےٰ کے فضل سے زیادہ ہے۔ جب اس نے اپنے امراء کو جواب دیا تھا۔ کہ خدا تعالےٰ نے میری اس وقت مدد کی تھی۔ جب سب دنیا میری مخالف تھی۔ پس اس کے فضل کے دیکھنے کے بعد میں لوگوں کی مخالفت سے نہیں ڈرتا۔ وہ پروپیگنڈا میرے علم سے باہر نہیں جو کیا جا رہا ہے۔ کہ قرآن کریم کے درس کو روک کر لوگوں کو فیض سے محروم کر دیا۔ میں تو اس کی امت میں سے ہوں جس نے مسجد کو گرا کر مزبلہ بنا دیا تھا۔ پس لوگوں کی مخالفت مجھے نہیں ڈرا سکتی۔ خواہ وہ علماء کی طرف سے ہو۔ خواہ انگریزی خوانوں کی طرف سے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کو محفوظ رکھنا میرا فرض ہے۔ اور اس کام کے لئے خواہ کسی کی مخالفت ہو۔ میں پرواہ نہیں کروں گا۔ ولا يحيق المكر السيّئ الا باهله ان شاء الله۔ ہاں جوں جوں پراپیگنڈا وسیع ہوگا۔ میں ان امور کو ظاہر کرتا چلا جاؤنگا۔ جنہیں اسوقت میں ستاری کے طور پر مخفی رکھے ہوئے ہوں۔ اور انکی ذمہ داری نادان دوستوں پر ہوگی۔ نہ کہ مجھ پر۔ آخر جماعت میں مخلصین بھی ہیں۔ اور وہ حقیقت حال سے مجھے آگاہ کرنے کو فیضان کا بند کرنا نہیں سمجھتے۔ آپ لوگ انکی دوستی نہیں بلکہ دشمنی کرتے ہیں۔ اور انہیں تو بری محروم کر کے تباہی کی گڑھے میں دھکیلنا چاہتے ہیں۔

آپ نے آخر میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ "اگر یہ تحریر سوء ادب پر محمول ہو۔ تو خاکسار خادم معافی کا خواستگار ہے"۔ مجھے اس پر وہ لطیفہ یاد آگیا۔ کہ ایک مجسٹریٹ نے ایک احمدی گواہ سے گواہی کے بعد پوچھا تھا۔ کہ کچھ مذہبی سوال کرلوں۔ انہوں نے اجازت دی۔ تو کہنے لگا۔ سنا ہے۔ کہ مرزا صاحب اپنی بیوی کو لیکر سفر میں جاتے ہیں۔ اس احمدی نے پوچھا۔ کہ پھر کیا حرج ہے۔ تو اس نے کہا کہ یہ تو بڑی بے حیائی کی بات ہے۔ احمدی نے جواب دیا۔ کہ یہی حرج ہے۔ نہ کہ جب وہ اپنی بیوی کو ساتھ لیکر جاتے ہیں۔ تو لوگ کہتے ہیں۔ کہ یہ مرزا صاحب کی بیوی ہے۔ اور آپ کی بیوی جب نوکر کے ساتھ جاتی ہے۔ تو لوگ کہتے ہیں۔ کہ ٹہلئے کی بیوی ہے۔ اس پر ڈپٹی صاحب کہنے لگے۔ کہ آپ تو ناراض ہو گئے۔ احمدی نے جواب دیا۔ کہ نہیں ناراض تو آپ ہوتے ہیں۔ یہ عجب لطیفہ ہے۔ کہ ایک آدمی ناراضگی کی بات کہے۔ اور پھر ناراضگی سے بچنا بھی چاہے۔

معجزات پر حضرت مسیح موعودؑ کی بحث

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام۔

معجزات پر بحث

کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"درحقیقت معجزات کی مثال ایسی ہے۔ جیسے چاندنی رات کی روشنی۔ جس کے کسی حصہ میں کچھ بادل بھی ہو۔ مگر وہ شخص جو شب کور ہو۔ جو رات کو کچھ دیکھ نہیں سکتا۔ اس کے لئے یہ چاندنی کچھ بھی مفید نہیں۔ ایسا تو ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کبھی ہوا۔ کہ اس دنیا کے معجزات اسی رنگ سے ظاہر ہوں۔ جس رنگ سے قیامت میں ظہور ہوگا۔ مثلاً دو تین سو مردے زندہ ہو جائیں۔ اور بہشتی پھل انکے پاس ہوں۔ اور دوزخ کی آگ کی چنگاریاں بھی پاس رکھتے ہوں۔ اور شہر بہ شہر دَورہ کریں۔ اور ایک نبی کی سچائی پر جو قوم کے درمیان ہو۔ گواہی دیں۔ اور لوگ انکو شناخت کر لیں۔ کہ درحقیقت یہ لوگ مر چکے تھے۔ اور اب زندہ ہو گئے ہیں۔ اور وعظوں اور لیکچروں سے شور مچا دیں۔ کہ درحقیقت یہ شخص جو نبوۃ کا دعویٰ کرتا ہے۔ سچا ہے۔ سو یاد رہے۔ کہ ایسے معجزات کبھی ظاہر نہیں ہوئے۔ اور نہ آیندہ قیامت سے پہلے کبھی ظاہر ہونگے۔ اور جو شخص دعویٰ کرتا ہے۔ کہ ایسے معجزات کبھی ظاہر

حضرت موسیٰؑ کی اتباع اور ہزاروں نبی؟

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری روز اول سے ہی "ہمچو من دیگرے نیست" کے ادعا میں شہرہ آفاق ہیں۔ اپنے و بیگانے آپ کی اس خوبی کے معترف ہیں۔ کہ دلائل۔ استدلال و اجتہاد اور معقولیت کو ایک طرف رکھتے ہوئے دعویٰ "انا ولا غیری" میں آپ فرد واحد ہیں۔ جماعت احمدیہ کے مقابل پر آپ اس ڈینگ کے عادی ہیں۔ کہ میں احمدیہ لٹریچر کا تم سے زیادہ واقف ہوں۔ جیسا کہ کئی نادان آریہ اور عیسائی عام طور پر کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ ہم اسلامی لٹریچر کے مسلمانوں اور ان کے علماء سے زیادہ واقف ہیں۔ مولوی صاحب کا یہ دعویٰ اگرچہ بجائے خود طفلانہ حرکت ہے۔ اور پنجابی کی مشہور ضرب المثل "گھروں میں آداں سینہے توں دیویں"۔ کا مصداق ہے۔ لیکن جس موقعہ پر آپ اس بانگ بے ہنگام کا اعادہ کرتے رہے ہیں۔ وہ خود ہمیشہ آپ کی رسوائی کا موجب ہوا ہے چنانچہ اہلحدیث کے "تازہ پرچہ میں بعنوان "مدرسہ تعلیم مرزا مکمل گیا" آپ نے جو لیڈنگ آرٹیکل لکھا ہے۔ وہ ان کی رسوائی کا تازہ ثبوت ہے۔ اخبار الفضل مورخہ ۳۰ ستمبر میں یہ عبارت شائع ہوئی تھی۔

"ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے اتباع میں کسی نبی کا آنا آپ کی فضیلت کو ثابت کرتا ہے۔ اور بتاتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ اس قدر زبردست ہے۔ کہ انکی برکت سے ایک شخص رتبۂ نبوۃ کو پہنچ سکتا ہے۔ لیکن دوسرے انبیاء میں یہ خوبی نہیں پائی جاتی۔ آپ کے سوا اور کوئی ایسا نبی نہیں۔ جکی پیروی انسان کو درجہ نبوۃ تک پہنچائے۔ اور پھر اس کے لئے امتی ہونا بھی لازمی ہو"

سطور بالا کو نقل کرنے کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

"یہ تحریر مرزا صاحب متوفی کی تصریح کے خلاف ہے۔ مرزا صاحب جو فرماتے ہیں۔ وہ غور سے سنیں "حضرت موسیٰؑ کی اتباع سے ان کی امت میں ہزاروں نبی ہوئے"۔ (اخبار الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء) (اہلحدیث ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۰ء)

اس کے جواب میں اولاً تو واضح رہے۔ کہ اخبار الفضل کے دعویٰ "آپ (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) کے سوا اور کوئی ایسا نبی نہیں جس کی پیروی انسان کو درجۂ نبوت تک پہنچائے" کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصریح کے خلاف بتانا اپنی ناواقفیت یا پھر ضرورت سے زیادہ چالاکی کا اظہار کرنا ہے۔ کیا مولوی صاحب موصوف کو معلوم نہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے۔

"بجز اس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے۔ جس کے لئے امتی ہونا لازمی ہے۔ (حقیقت الوحی ص ۲۸)

اس اقتباس سے ظاہر ہے۔ کہ الفضل میں جو کچھ لکھا گیا وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ سے سر موالگ نہیں۔ بلکہ بعینہٖ وہی ہے۔ جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے ماتحت اس یقین پر قائم ہے۔ کہ بجز حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس کی پیروی اور اتباع کے نتیجہ میں نبوت مل سکتی ہو۔ چنانچہ خاص حضرت موسےٰؑ کے ذکر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں۔

"جس قدر نبی گزرے ہیں۔ ان سب کو خدا نے براہ راست چن لیا تھا۔ حضرت موسےٰؑ کا اس میں کچھ بھی دخل نہیں تھا۔ لیکن اس امت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوئے ہیں۔ اور ایک وہ بھی ہوا۔ جو امتی بھی ہے اور نبی بھی۔ اس کثرت فیضان کی کسی نبی میں نظیر نہیں مل سکتی۔ اسرائیلی نبیوں کو الگ کر کے باقی تمام لوگ اکثر موسوی امت میں ناقص پائے جاتے ہیں۔ رہے انبیاء سو ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ انہوں نے حضرت موسےٰؑ سے کچھ نہیں پایا۔ بلکہ وہ براہ راست نبی کئے گئے تھے"۔ (حقیقت الوحی ص ۲۸ ۔ حاشیہ)

یہ ہمارا مذہب ہے۔ اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ ہے۔ اسی کا ذکر الفضل کے محولہ بالا اقتباس میں ہے۔ پس اس کو خلاف تصریح حضرت اقدس بتانا غلطی ہے۔

الحکم کا حوالہ

اب رہا یہ سوال کہ الحکم کے متذکرہ صدر حوالہ میں لکھا ہے۔ "حضرت موسیٰؑ کی اتباع سے ان کی امت میں ہزاروں نبی ہوئے"۔ اس کی تطبیق سمجھنے کے لئے ہم وہ حوالہ پورا درج کر دیتے ہیں۔ لکھا ہے:۔

"مجھے ہی تعجب اور افسوس کا مقام ہے۔ کہ جب یہ لوگ مانتے ہیں۔ کہ یہ امت خیر الامم ہے۔ تو کیا ایسی ہی امت خیر الامم ہوا کرتی ہے جس میں کسی کو مخاطبات اور مکالمات الٰہیہ کا شرف حاصل نہ ہو۔ حضرت موسیٰؑ کی اتباع سے انکی امت میں ہزاروں نبی ہوئے۔ لیکن اس امت میں ایک بھی ان کا مثیل نہ ہوا۔ تو پھر یہ امت کیونکر خیر الامم ٹھہری"۔ (الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء)

اس عبارت کا ایک ایک لفظ بتا رہا ہے۔ کہ یہ الزامی جواب ہے۔ اور اس میں فریق مخالف کے مسلمات کی رو سے بحث کی گئی ہے۔ ورنہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا عقیدہ نہیں جیسا کہ سیاق و سباق عبارت سے واضح ہے۔ پس پہلا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع سے ہزاروں نبی کے ذکر کو بطور اعتقاد خود ذکر نہیں کیا گیا۔ بلکہ فریق ثانی کے عقائد کے بالواسطہ یا بلاواسطہ نتیجہ کے طور پر لکھا گیا ہے۔ فلا اعتراض۔

دوسرا جواب

واضح رہے۔ کہ الحکم کی عبارت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خود نوشت عبارت نہیں۔ بلکہ یہ ڈائری ہے۔ جسے ایڈیٹر صاحب الحکم نے قلمبند کیا۔ پس اس کا وہ مفہوم جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں کے مخالف ہو۔ جماعت احمدیہ کے مسلمات میں سے نہیں۔ حضرت اقدس کے الفاظ منقولہ از حقیقۃ الوحی اوپر درج ہو چکے ہیں۔ جو شخص اس تحریر کے خلاف اس ڈائری کا مطلب نکالتا ہے۔ وہ غلطی کرتا ہے۔ اس اصل اور نص محکم کی روشنی میں الحکم کے حوالہ کا مفہوم صرف اس قدر ہے۔ کہ وہ لوگ جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کی پیروی اور اتباع کرنے والے تھے۔ اور امت اسرائیلی کے افراد تھے۔ وہ مقام نبوت تک پہونچے۔ باقی رہا یہ سوال۔ کہ آخری درجہ (نبوت) بجائے خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کا نتیجہ تھا۔ تو اس کے لئے حقیقۃ الوحی کے الفاظ نہایت واضح ہیں۔ گویا جس طرح پرائمری کے استاد کی تعلیم سے ہی انسان بی۔ اے۔ ایم۔ اے۔ بنتا ہے۔ کیونکہ اگر پرائمری پاس نہ کرے۔ تو آگے ترقی نہیں کر سکتا۔ لیکن پرائمری کے معلم کی تعلیم سے ہی انسان بی۔ اے۔ نہیں بن جاتا۔ بلکہ اس کے علاوہ دیگر مراحل کی ضرورت ہوگی۔ اسی طرح بنی اسرائیل میں سے ہزاروں لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کرنے والے تھے۔ اور وہ نبی بن گئے۔ حضرت موسیٰؑ کی اتباع ابتدائی مدارج کے حصول کے لئے ازبس ضروری تھی۔ اور وہی نبی بن سکتے تھے۔ جو پہلے اس درجہ کو پاس کر لیں۔ لیکن اس اتباع کا ہی یہ نتیجہ نہ تھا۔ کہ وہ نبی بن جاتے۔ پس ان معنوں سے یہ کہنا درست ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع سے ہزاروں نبی بن گئے۔ لیکن اگر اتباع کو بطور آخری سبب کے سمجھا جائے۔ تو پھر سچ یہی ہے کہ بجز ہمارے آقا سید النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کسی نبی کی اتباع سے نبوت حاصل نہیں ہو سکتی۔ یہ فخر۔ یہ فضیلت۔ یہ بلند شان اسی اولوالعزم نبی کو حاصل ہے۔ جس کو آسمانوں سے خاتم النبیین کہہ کر پکارا گیا۔ اللھم صل علیہ وآلہ دائماً۔ افسوس ان پر جو اس صاحب خاتم کو شناخت نہ کریں۔ اور اس کے فیضان کو بند سمجھیں:۔

خاکسار اللہ دتا جالندھری قادیان

جماعت احمدیہ سٹروعہ کے کارکن

جماعت احمدیہ سٹروعہ کے مندرجہ ذیل کارکن ہیں۔

(۱) امیر جماعت۔ چودہری چھجو خان صاحب

(۲) سیکرٹری تعلیم و تربیت۔ چودھری چھجو خان صاحب

(۳) امام مسجد۔ " " "

(۴) سیکرٹری تبلیغ۔ منشی علی محمد صاحب (۵) جنرل سیکرٹری۔ [illegible] (۶) محاسب چودہری عبد العزیز خانصاحب

سٹروعہ (محمد علی جنرل سیکرٹری سٹروعہ)

رپورٹ نظارت دعوۃ و تبلیغ

۱۵ر ستمبر لغایت ۱۵ر اکتوبر

مبلغین پنجاب

مولوی غلام رسول صاحب راجیکی علی پور چک ۶۱ و گوجرانوالہ کا دورہ کرنے کے بعد ۳۰ر ستمبر سے سیالکوٹ شہر میں مقیم ہیں۔ جماعت کی اصلاح و تربیت کے علاوہ درس قرآن کریم اور تبلیغ سلسلہ کا کام نہایت عمدہ طریق سے ہو رہا ہے۔ (۲) مولوی غلام احمد صاحب مجاہد ۴ر ستمبر سے اپنے حلقہ تبلیغ ضلع سیالکوٹ کے دورہ میں مصروف ہیں۔ (۳) مولوی عبدالغفور صاحب نے جڑانوالہ۔ شیر کا چک۔ بہادر کا چک۔ امرابہ۔ چک ۵۶۵ کا دورہ کیا۔ شیر کا چک کی جماعت کی حالت نہایت کمزور تھی۔ اس لئے ایک ہفتہ قیام کرکے آپ نے جماعت کی اصلاح کی۔ (۴) مولوی محمد حسین صاحب کی طرف سے موصول شدہ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ تحصیل کھرڑ (ضلع انبالہ) کا دورہ ختم کر چکے ہیں۔ اور اب عنقریب تحصیل روپڑ کا دورہ شروع کرنے والے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے وہ کلانور ضلع رہتک میں ایک ہفتہ کے لئے جائیں گے۔ بہیل پور ضلع انبالہ میں آپ کے ذریعہ سے ایک معزز خاندان کے پانچ نفوس داخل سلسلہ ہوئے ہیں (۵) مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری ۳۱ر اکتوبر تک رخصت پر ہیں۔ امید ہے۔ کہ اس کے بعد انہیں اُن کے حلقہ تبلیغ میں روانہ کر دیا جائیگا۔ (۶) گیانی واحد حسین صاحب ضلع جہلم و گجرات کی متعدد جماعتوں کا دورہ کرنے کے بعد بوجہ بیماری ایک ہفتہ کی رخصت پر قادیان میں مقیم رہے۔ مولوی عبدالغفور صاحب ۲۶ر اکتوبر کے بعد بہت جلد ضلع ڈیرہ غازی خان کا دورہ شروع کرنے والے ہیں۔ اس علاقہ کے احمدی احباب مطلع رہیں۔ اور دورہ تبلیغ میں ہر ممکن سہولت پہونچانے کی کوشش کرکے عنداللہ ماجور ہوں۔

مبلغین سرحد

مولوی عبدالواحد صاحب مبلغ کشمیر نے ریاست کے قریباً بیس مقامات کا دورہ کرنے کے بعد دفتر دعوۃ و تبلیغ کی زیر ہدایت سری نگر کو اپنا ہیڈ کوارٹر تجویز کیا ہے۔ عرصہ زیر رپورٹ میں ۲ کس آپ کے ذریعہ داخل سلسلہ ہوئے۔ جماعتوں میں آپ کے ذریعہ سے بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ علاقہ ریاست پونچھ بھی آپ کے حلقہ تبلیغ میں شامل ہے۔ اس لئے اس علاقہ کے احمدی احباب کو عندالضرورت مولوی صاحب کو اطلاع دینی چاہیئے۔ (۲) مولوی عبدالواحد صاحب مبلغ ضلع ہزارہ نے عرصہ زیر رپورٹ میں مانسہرہ۔ داتہ۔ ایبٹ آباد۔ ڈیگراں لیمہ۔ بانڈہ پیر خان۔ وغیرہ مقامات کا دورہ کیا۔ بعض غیر احمدی احباب نے جلسہ سالانہ پر آنے کا وعدہ کیا۔ (۳) مولوی چراغ دین صاحب مولوی فاضل ۱۱ر اکتوبر کو قادیان سے روانہ ہو کر سلانوالی۔ مجوکہ علاقہ سرگودھا میں چند یوم قیام کرتے ہوئے پشاور پہونچ گئے۔ اور علاقہ سرحد کا تبلیغی دورہ کرنے کے لئے پراونشل انجمن احمدیہ کے مشورہ سے پروگرام مرتب کر رہے ہیں۔

مبلغین سندھ

میر مرید احمد صاحب و مولوی محمد مبارک صاحب عرصہ زیر رپورٹ میں ایک ایک ہفتہ رخصت پر رہے۔ باقی ایام میں متعدد مقامات کا دورہ کیا۔ جس کے نتیجہ میں ایک شخص میر مرید احمد صاحب کے ذریعہ اور تین کس مولوی محمد مبارک صاحب کے ذریعہ سے داخل سلسلہ ہوئے۔

مبلغین یو۔پی

مولوی ظہور حسین صاحب نے شاہجہانپور۔ شاہ باز نگر نینی تال۔ شاہ آباد۔ تلہر۔ بریلی۔ وغیرہ مقامات کا دورہ کیا۔ تلہر ایک قصبہ شاہجہانپور کے قریب ہے۔ جہاں صرف ایک دو احمدی بھائی تھے۔ لیکن اُن کا کنبہ بہت بڑا ہے۔ بہت تھوڑے دن ہوئے۔ کہ وہاں ایک شخص کے فوت ہو جانے پر اہل محلہ نے احمدیوں کا بائیکاٹ کر دیا۔ اس حرکت سے متاثر ہو کر اس خاندان کے پندرہ آدمیوں نے احمدیت کا اعلان کر دیا۔ اور اس طرح اللہ تعالٰے کے فضل و کرم سے وہاں ایک بڑی جماعت پیدا ہو گئی۔ اللہ تعالٰے ان میں استقامت اور اخلاص بخشے۔ مبلغ علاقہ اور ہمسایہ جماعت (شاہجہانپور) کو اس نئی جماعت کی تربیت کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیئے۔ (۲) مبلغین ساندھن ضلع آگرہ اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ضلع آگرہ و متھرا کے اکثر ملکانہ راجپوت اب اسلام سے دلچسپی کا اظہار کرتے اور ہماری باتوں کو توجہ اور غور سے سنتے ہیں۔ آریوں سے اب انہیں سخت نفرت ہو رہی ہے۔ حتیٰ کہ ایک مقام پر جب آریہ اپدیشک معہ اپنے سازو سامان (ڈھول باجہ وغیرہ) کے آئے۔ تو لوگوں نے اُن کی طرف مطلق التفات نہ کی۔ اور آریوں کو بے نیل مرام واپس لوٹنا پڑا۔ احمدیہ سکول ساندھن کے طلبا علمی قابلیت اور دینی استعداد کے لحاظ سے روز افزوں ترقی کر رہے ہیں۔ تعداد میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ صالح نگر کی غریب مگر مخلص جماعت کا ہر فرد نہ صرف خود احمدیت اور اسلام کی محبت سے مخمور ہے۔ بلکہ حسب بساط کے موافق دوسرے لوگوں کو بھی اس پاک سلسلہ میں داخل کرنے کے لئے اخلاص اور ہمت سے کام لے رہا ہے۔

مبلغ بنگال

عرصہ زیر رپورٹ میں مولوی ظل الرحمن صاحب کی صحت عام طور پر زیادہ خراب رہی ہے۔ اور اس وجہ سے وہ کسی لمبے دورہ پر نہیں جا سکے۔ تاہم خرابی صحت کے باوجود برہمن بڑیہ کے قرب و جوار کے مقامات کا انہوں نے بار بار دورہ کیا ہے۔ پراونشل انجمن احمدیہ کو چاہیئے۔ کہ اُن کے تبلیغی دورہ کے لئے جلد سے جلد پروگرام تجویز کرکے انہیں روانہ کرے۔

علاقہ اڑیسہ

اس میں اس وقت اگرچہ ہمارا کوئی باقاعدہ مبلغ نہیں ہے۔ لیکن قریشی محمد حنیف صاحب اس علاقہ میں دہ بدہ۔ اور شہر بشہر اپنے اخراجات پر دورہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ آمدہ رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کٹک۔ بالیسر یکیرنگ خوردہ۔ رتنی پور۔ جٹنی وغیرہ مشہور مقامات میں آپ نے ۲۴ دن کا سفر کرکے پیغام حق پہونچایا۔ ایک شخص داخل سلسلہ ہوا۔ شرفاء پر آپ کے دینی جوش اور ولولہ کا خاص اثر ہو رہا ہے۔ آپ کا ارادہ ہے۔ کہ اسی طرح تمام علاقہ کا بار بار دورہ کرکے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی آمد کی خبر لوگوں تک پہونچائی جائے۔ اللہ تعالٰے آپ کو اس پاک مقصد کی تکمیل کے لئے توفیق عطا فرمائے۔ اور آپ کی مساعی جمیلہ کو قبول فرما کر اس کے نیک اور خوشگوار نتائج پیدا کرے۔

تبلیغی اجتماعات

عرصہ زیر رپورٹ میں حسب ذیل مقامات کے جلسوں اور مناظروں کے لئے مبلغ روانہ کئے گئے۔

(۱) نوشہرہ ضلع سیالکوٹ۔ جلسہ جماعت احمدیہ ۱۶-۱۷ر ستمبر مولوی غلام احمد صاحب و مولوی عبدالغفور صاحب۔

(۲) شیخپور ضلع گجرات۔ جلسہ جماعت احمدیہ ۲۰-۲۱-۲۲ر ستمبر مولوی غلام احمد صاحب و مولوی عبدالغفور صاحب۔

(۳) طالب پور ضلع گورداسپور۔ غیر احمدیوں سے مناظرہ۔ ۷-۸ر ستمبر۔ مولوی اللہ دتا صاحب۔ مولوی محمد یار صاحب و مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری۔

(۴) مونگ ضلع گجرات غیر احمدیوں سے مناظرہ۔ ۱۱-۱۲ر اکتوبر۔ مولوی اللہ دتا صاحب۔ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی۔ مولوی محمد یار صاحب و مولوی علی محمد صاحب اجمیری۔

جلسہ شیخپور کے دوران میں ۲ کس اور مناظرہ طالب پور کے دوران میں تین کس داخل سلسلہ ہوئے۔ (۵) ان مناظروں کے علاوہ انجمن اسلامیہ ریاسی علاقہ ریاست جموں کی درخواست پر آریوں سے مناظرہ کے لئے مولوی نظام الدین صاحب کو [illegible] علاقہ جموں سے روانہ کیا گیا۔ [illegible] مقابلہ پر [illegible] گئے۔ اور جواب کے لئے وقت دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن وقت پر انکار کر دیا۔ یہ بھی حریف کی بزدلی اور تنگ ظرفی بلکہ شکست کی کھلی کھلی علامت ہے۔ کہ وہ حضرت مسیح موعود کے ادنیٰ سپاہیوں سے خم کھاتا ہے۔ اور اپنی خیر اسی میں سمجھتا ہے کہ انہیں میدان میں للکار کر پھر حیلوں بہانوں سے اپنی جان چھڑا لے۔

74

مصلحین عالم میں مصلح اعظم (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقام

از جناب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی جرنلسٹ سیاح یورپ و بلاد اسلامیہ

۱

مصلحین عالم میں مصلح اعظم کا مقام تو اعظم کے لفظ ہی سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی شخص اسے محض عقیدہ و ارادت کا نتیجہ قرار دے۔ اس لئے میں واقعات کی روشنی میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الحقیقت مصلح اعظم ہیں۔ اور یہ ایک ایسی صداقت ہے۔ کہ اس سے بجز اس شخص کے جس کو انسانی شرافت اور صحیح قوت فیصلہ سے کوئی حصہ نہ ملا ہو۔ انکار نہیں کر سکتا۔

۲

جب سے انسانی ہستی کا وجود پایا جاتا ہے۔ اسی وقت سے ہی اللہ تعالےٰ نے مختلف اوقات۔ میں عصری ضروریات کے ماتحت تمام قوموں اور ملکوں میں جہاں انسان پائے جاتے ہیں۔ اپنے ماموروں اور مرسلین کو ان کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے بھیجا۔ چنانچہ قرآن مجید اس صداقت کا ان الفاظ میں اظہار کرتا ہے:۔

ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔

اگر دوسرے مقاماتِ قرآنی کو بھی اس کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے۔ تو میں اس کا ترجمہ یوں کروں گا۔ کہ کوئی بستی اور کوئی ملک و قوم ایسی نہیں۔ جس میں خدا تعالےٰ نے اپنے کسی مامور و مرسل کو مبعوث نہ کیا ہو۔ اسی سنت جاریہ کے موافق خدا تعالےٰ نے اپنے وقت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی ہدایت کے لئے آج سے ساڑھے تیرہ صدی پیشتر دنیا میں مبعوث فرمایا۔ آپؐ کا نزول و بعثت ضرورت حقہ کے ماتحت ہوئی۔ اور حق و حکمت کی اشاعت اور انسانیت کے مقام کی رفعت کے لئے۔ ہوئی۔ چنانچہ قرآن مجید آپ کی بعثت کے متعلق اعلان کرتا ہے بالحق انزلناہ وبالحق نزل۔ جہاں تک بعثت اور مقصد بعثت (اصلاح) کا سوال ہے۔ کچھ شک نہیں۔ تمام انبیاء و مرسلین (جن کو حقیقی معنوں میں مصلحین عالم کہنا چاہیئے) ایک ہی سطح پر کھڑے نظر آتے ہیں۔ اور بظاہر کوئی امتیازی شان اور رنگ نظر نہیں آتا لیکن جیسا کہ میں آگے چل کر بیان کرونگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود بعثت کے نقطہ خیال سے ایک ہی مقام اور ایک ہی صفِ انبیاء میں کھڑے ہونے کے سب سے ممتاز اور بلند نظر آتے ہیں۔ اور سرسری نظر کرنے والا انسان بھی بشرطیکہ خداداد فہم اور بصیرت سے کام لے۔ یہ اقرار کئے بغیر نہ رہیگا۔ کہ یہی مصلح اعظم ہے۔

۳

اگرچہ وہ امتیازی خصوصیات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت شان کو ظاہر کرتی ہیں۔ بجائے خود ایک دو صفحے کا مضمون نہیں۔ بلکہ ایک مستقل مجلد کی داعی ہیں۔ مگر میں اس خیال سے کہ نہایت عجلت میں یہ مضمون لکھ رہا ہوں۔ اور اپنی لائبریری سے دو ہزار میل کے فاصلہ سے لکھ رہا ہوں۔ چند امتیازی خصوصیات کے تذکرہ پر اکتفا کرونگا۔

پہلی امتیازی خصوصیت

سب سے پہلی امتیازی خصوصیت جو آپؐ کو حاصل ہے۔ وہ آپؐ کی تاریخی شخصیت ہے۔ جیسا کہ میں بیان کر آیا ہوں۔ دنیا کے ہر حصہ اور ہر قوم اور بستی میں خدا تعالےٰ نے انبیاء و مرسلین کو مبعوث فرمایا۔ وہ اپنے دائرہ عمل اور قوتِ تاثیر کے لحاظ سے کسی بھی مقام و مرتبہ کے تھے لیکن ان میں سے کسی کو تاریخی شخصیت حاصل نہیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک میں نظر آتی ہے۔ میں آپ یا اس شانِ امتیاز کے اظہار میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ ورنہ میں انبیاء و رسل پر ایمان رکھنے کے خصوص میں لانفرق بین احد من رسلہ پر ایمان رکھنا ضروری یقین کرتا ہوں۔

انبیاء عالم کی کچھ بھی تعداد ہو۔ وہ کسی ملک اور کسی قوم میں آئے ہوں۔ یہ ایک واقعہ ہے۔ جس کا انکار تاریخی روشنی میں نہیں کیا جا سکتا۔ کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود باجود نے ان کو زندہ نہ رکھا ہو۔ تو دنیا کی تاریخ ان کے کارناموں پر موت طاری کر چکی ہے۔ یا تو ان میں سے بعض کے سوانح زندگی محفوظ ہی نہیں۔ یا ان کے نام تک نہیں۔ اور جن کے حالاتِ زندگی پر کوئی دھندلی سی روشنی پڑتی ہے۔ ان کے حالات کو بھی یا تو مسخ کر دیا گیا ہے۔ یا ان تمام واقعات کی حفاظت کا کوئی سامان نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مبعوث ہو کر سب سے پہلا کام یہ کیا۔ کہ آپؐ نے انبیائے عالم کو زندہ کیا۔ اور ان کی نبوتوں اور رسالتوں پر مہر تصدیق ثبت کی۔ ان کی زندگیوں پر امتداد زمانہ اور حالات عصری کے ماتحت جو پردے پڑ چکے تھے اور ان کی صورتوں کو نعوذ باللہ خود ان کے ماننے والوں نے مسخ کر دیا تھا۔ اسے صاف کیا۔ اور ان کے رسالتی چہروں کو درخشاں کر دیا۔ لیکن جہاں ان انبیاء عالم کی تاریخی حیثیت یہ ہے۔ کہ ان کی زندگیوں کے حالات محفوظ اور مرقوم نہیں۔ وہاں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے تمام واقعات خواہ وہ آج کل کی عرفی اصطلاحات میں پرائیویٹ ہوں۔ یا پبلک سب محفوظ ہیں۔ اور ایسے رنگ میں محفوظ ہیں۔ کہ کسی نقاد کو حوصلہ نہیں پڑتا۔ کہ اس پر نکتہ چینی کرے۔ میں اس غلط فہمی کو یہاں ہی رفع کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ جو اعتراضات کبھی آنکھ کے اندھوں نے کئے ہیں۔ واقعات کی روشنی نے ان کی حقیقت کو نمایاں کر دیا ہے۔ پس یہ سب سے پہلی امتیازی خصوصیت ہے۔ جو حضرت سرور دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم کو مصلحین عالم میں ممتاز کرتی ہے کہ تاریخی شخصیت کے لحاظ سے آپ ہی ایک وجود ہیں۔ جو سب سے افضل اور اکمل ہیں۔

دوسری امتیازی خصوصیت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخی شخصیت کے امتیازی مقام کے اظہار کے بعد دوسری امتیازی خصوصیت جس کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ وہ آپ کی منصبی خصوصیت ہے۔

منصبی خصوصیت سے میری مراد آپ کی دعوت و تبلیغ کے دائرہ کی وسعت و عظمت ہے اور اگر اس شان کے تمام پہلوؤں پر غور کیا جائے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام دعوت کو دیکھا جائے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود میں خدا تعالےٰ کے مظہر اتم کا پیکر نظر آتا ہے۔

تمام انبیاء مرسلین کے مقام دعوت پر نظر کرو۔ خواہ ان سوانحات زندگی کی بنا پر جو ان کے ماننے والوں کے پاس ہیں قطع نظر اس سے کہ وہ کہاں تک قابل قبول ہیں۔ اور کس حد تک ان میں التباس واقع ہے۔ یا قرآن مجید کی صاف اور واضح روشنی میں انہیں پڑھو۔ تو یہ ثابت ہوگا۔ کہ ہر ایک نبی اپنی قوم یا زیادہ سے زیادہ اپنے ملک و بستی کے لئے مبعوث ہوا تھا۔ اس کی دعوت دعوتِ خاصہ تھی۔ نہ دعوتِ عامہ۔

ان اولوالعزم انبیاء کے حالات پڑھ جاؤ۔ جن کا قرآن کریم میں ذکر ہے۔ یہی معلوم ہوگا۔ کہ وہ اپنی قوم کے لئے مبعوث ہوئے۔ حضرت موسیٰ جیسا جلیل الشان نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اپنی قوت۔ و اقتدار کا ایک نمونہ ہے۔ مگر اس کا دائرہ دعوت بنی اسرائیل سے آگے نہیں جاتا۔ دوسری اقوام کے لئے ان کے

پاس کچھ نہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ آج تک یہودی مذہب تبلیغی مذہب کی حیثیت سے دنیا میں نمایاں نہیں ہُوا۔ باوجودیکہ زمانہ کے انقلاب اور سیاسی ضروریات نے ہندوؤں تک کو جو کبھی تبلیغی مذہب نہ تھے۔ دعوت و تبلیغ کے ذریعہ تحریک شدھی پر آمادہ کر دیا مگر یہود میں اب تک وُہ جمود ہے۔ جو اس بات کی زبردست شہادت ہے۔ کہ حضرت موسٰے علیہ السلام کا مشن بنی اسرائیل سے آگے نہیں اسرائیل گھرانے کا آخری نبی (جس پر نبوت کا دروازہ بنی اسرائیل کے لئے بند ہو گیا) حضرت مسیح ابن مریم رحم و رافت کا پیغامبر ہو کر آتا ہے۔ لیکن دُنیا کی کسی دوسری قوم و ملت کے لئے نہیں۔ بلکہ صرف اور صرف بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کے لئے اسی طرح دوسرے انبیاء کے مقام دعوت کی حقیقت ہے لیکن برخلاف اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ دعوت کی وسعت عالمگیر ہے:۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کا مرکزی نقطہ انسانیت ہے۔ کوئی خاص قوم یا بستی نہیں۔ بلکہ جس طرح پر اللہ تعالٰے کی ربوبیت عامہ کی کوئی انتہا نہیں۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس مقام پر حضرت رب العالمین نے اپنا مظہر اتم بنا کر مبعوث فرمایا۔ وہ بھی محدود نہیں:۔

چنانچہ قرآن مجید نے جہاں جہاں آپؐ کے مقام دعوت کا صراحتاً یا اشارتاً ذکر فرمایا تو اُسے کسی بستی یا قوم تک محدود نہیں فرمایا۔ کبھی ارشاد ہوا۔ قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ اور کبھی فرمایا۔ ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین اور کبھی ارشاد الٰہی یوں ہوا۔ انا ارسلناک کافۃ للناس۔ اور پھر فرمایا لیکون للعالمین نذیرا:۔

یہ میں نے چند مقامات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ قرآن مجید بڑی وضاحت کے ساتھ حضور کے مقام بعثت کی رفعت و وسعت کا اظہار کرتا ہے۔ آؤ۔ اس مقام کی شان پر ایک نظر کریں۔ اور دوسرے مصلحین عالم کی دعوت کے مقام کو مدنظر رکھ کر اس کو دیکھیں تو امتیازی خصوصیت اور شان نمایاں نظر آئے گی آپؐ کی دعوت کے مقام کی عظمت کے اندر آپؐ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کا کمال نظر آتا ہے۔ میں اگر ان مختلف پہلوؤں پر بحث کروں۔ تو یہ بجائے خود ایک ضخیم مضمون ہو جائے گا۔ لیکن میں اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ اسی دائرہ دعوت کی وسعت میں آپؐ کے اخلاقی کمالات کی شان جلوہ گر ہے۔ انبیاء سابقین کا دائرہ چونکہ محدُود تھا۔ اس لئے ان کی قوت قدسی۔ ان کی عقد ہمت۔ ان کی مساعی اور اس کے راہ میں مشکلات اور ان پر غلبہ و استقلال یہ تمام خوبیاں ایک محدود دائرہ رکھتی تھیں۔ کیا بلحاظ مکان کے اور کیا بلحاظ زمان کے لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دائرہ دعوت انسانیت کے مرکز تک پہنچ گیا تھا اسلئے آپ کی علو ہمت توجہ اور قوت قدسی کے اثرات بھی غیر محدود ہیں۔ وہ مکانی اور زمانی تقیدات سے الگ ہو کر وسیع ہوتے چلے گئے۔ اور یہ کہنا قطعاً مبالغہ میں داخل نہیں۔ کہ کل انبیاء علیہم السلام کی مساعی جمیلہ اور ان کی تاثیرات قدسی ایک طرف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طرف رکھ دی جائیں۔ تو میزان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلو وزنی ہو گا:۔

تیسری امتیازی خصوصیت

تیسری چیز جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مصلحین عالم میں اعلٰے اور ارفع مقام پر نمایاں دکھا رہی ہے۔ وُہ آپؐ کی اکمل و اتم تعلیم ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ خدا تعالٰے کا ہر برگزیدہ رسول اور نبی کوئی نہ کوئی تعلیم لے کر آیا۔ اور اس ہدایت کو اس نے اپنی قوم اور بستی کے لوگوں تک پہونچایا۔ مگر اس کھلی کھلی صداقت کا کون انکار کر سکتا تھا۔ کہ جیسے ان کی بعثت و دعوت زمان اور مکان کے لحاظ سے مخصوص اور محدود تھی۔ اسی طرح ان کی تعلیم و ہدایت بھی محدود تھی۔ بلکہ قرآن مجید سے تو یہاں تک پایا جاتا ہے۔ کہ بعض انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے اغراض میں کسی ایک یا دُوسری بدی کا دُور کرنا تھا۔ مثلاً ایک نبی اس لئے مبعوث ہوتا ہے۔ کہ وُہ اپنی قوم کو ماپ تول میں خیانت نہ کرنے کی ہدایت کرے۔ اس طرح پر وُہ تکمیل اخلاق اور تہذیب نفس کے لئے مختلف شعبوں اور شمایل کی اصلاح نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن برخلاف اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت اور آپؐ کا منصب نبوت جس طرح مکان و زمان کی قید سے بالاتر تھا۔ اسی طرح جو ہدایت آپ لے کر آئے وُہ بھی ہمہ گیر و عالمگیر تھی۔ جس حیثیت سے اس پر نظر کریں وُہ عالمگیر نظر آتی ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ اور سوسائٹی کی کوئی ضرورت حتٰی کسی زمانہ میں ایسی نظر نہیں آتی جس کے نہ صرف پُورا کرنے بلکہ اس کی تکمیل کا سامان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم میں موجود نہ ہو۔ تمام کتابوں کو جو مذہب کے نام سے پیش کی جاتی ہیں۔ (میری مراد ان کتب سے ہے۔ جو خدا کی طرف منسوب ہوتی ہیں۔ عرفانی) پڑھ جایئے۔ آپ کسی کتاب میں اس عظیم الشان دعوے کو نہ پڑھیں گے۔ جو قرآن کریم نے کیا ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا:۔

جب اس تکمیل نبوت کے جامع لفظ پر ہم غور کرتے ہیں۔ تو حقائق و معارف کا ایک بحر بیکراں ہمارے سامنے نظر آتا ہے۔ انسانی زندگی اور انسانی جماعت کا کوئی پہلو اور شعبہ نہیں جس کی تربیت اور تکمیل کا سامان اس میں نہ ہو اگر تہذیب نفس اور تزکیہ قلب کا پہلو ہے۔ تو آپؐ نے دکھا دیا۔ کہ کس طرح پر وحشیوں کو باخدا انسان بنا دیا۔ اگر سیاست و حکومت کے اصولوں پر نظر کریں۔ تو تاریخ اس عظیم الشان انقلاب پر ہمیشہ فخر کرے گی۔ جو آپؐ نے ایک بادیہ نشین قوم کو جو افتراق و انشقاق کی ندیں آ کر منتشر ذرات کی طرح ہو چکی تھی:۔ پہاڑ کی طرح متحد و مضبوط بنا کر روئے زمین کا بادشاہ بنا دیا۔ اس تعلیم و تہذیب کے مدعی زمانہ میں جو اصول بہتر سے بہتر خانگی زندگی کے لئے سمجھے جاتے ہیں۔ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے ذریعہ دنیا میں آئے ہیں۔ غرض زندگی کا کوئی پہلو لے لو۔ یہی ہدایت اس کی تکمیل اور بہتری کا موجب ہو سکتی ہے۔ نہیں نہیں یہی وہ ہدایت ہے جس کے ذریعہ تکمیل ہوتی ہے۔ یہ بات نرے دعوٰی کے رنگ میں نہیں۔ خوش اعتقادی اور ارادۃ کے تاثرات کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ ایک حقیقت ہے۔ میں ہر ایک امر کے متعلق واقعات اور قرآن مجید کی آیات بفضلہ تعالٰی پیش کر سکتا ہوں۔ مگر اس داستان لذیذ کا انتہا نہیں۔ اور الفضل کے صفحات میں وہ گنجایش نہیں۔ میں صرف ایک امر کو بطور مثال لیتا ہوں۔ انسانی زندگی میں جو چیز جامع طور پر انسانیت کے شرف اور مقام کو بلند کرتی ہے۔ اور جو کسی مصلح کے آنے کی بنیادی غرض ہو سکتی ہے۔ وہ انسان کی اخلاقی اصلاح و تہذیب ہے۔

اِس لئے کہ تزکیہ نفس اور تقرب الی اللہ کی ابتدا اسی مجاہدہ اخلاقی سے شروع ہوتی ہے۔ دنیا بھر کے مصلحین کی تعلیمات کو پڑھو۔ اور ان کے منصب اصلاح پر نظر کرو۔ ان میں سے ایک بھی یہ نہیں کہتا۔ کہ میں تکمیل اخلاق کیلئے آیا ہوں۔ اِس سے یہ نتیجہ نکالنا غلطی ہو گا۔ کہ ان کی غرض اصلاح نفوس نہ تھی۔ یا اخلاقی تربیت ان کے زیر نظر نہ تھی۔ نہیں ان کی دعوت و بعثت میں یہ امر بطور اصول داخل تھا۔ لیکن وہ ضروریات عصریہ کے ماتحت کسی ایک یا دوسری قوت کی تربیت کا مشن لیکر کھڑے ہوئے۔ تمام انسانی قوتوں کی تربیت اور اخلاقی طاقتوں کی تہذیب و تکمیل کا مشن کسی نے پیش نہیں کیا۔ یہ یگانہ فخر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہے۔ کہ آپؐ نے باواز بلند یہ دعوٰی کیا۔ کہ بعثت لاتمم مکارم الاخلاق یعنے خدا تعالٰے نے میری بعثت کا مقصد یہ ٹھہرایا ہے۔ کہ میں اخلاق فاضلہ کی تکمیل کروں ایک طرف آپ یہ دعوٰی کرتے ہیں۔ دوسری طرف قرآن مجید اس دعوٰی کی تائید و تصدیق کرتا ہے۔ انک لعلٰی خلق عظیم قرآن مجید میں اور بھی متعدد مقامات ہیں۔ جو اخلاقی نقطہ خیال سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلٰے و ارفع مقام کو نمایاں کرتے ہیں۔ چنانچہ سورۃ نجم کی ابتدائی آیات میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدارج و کمالات کا جو اظہار ہوا ہے۔ وہ نہایت ہی شاندار ہے۔ یہ موقعہ نہیں کہ میں اس پر تفصیلی بحث یا تبصرہ کروں۔ لیکن میں قارئین کرام کو یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ وہ سرمہ چشم آریہ میں اس کی تفسیر ضرور پڑھیں:۔

اِس سورۃ میں آپ کے مقام کو وھو بالافق الاعلٰی کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا۔ افق اور افق بھی الاعلٰے۔ وہ

رپورٹس سکرٹریان تبلیغ جماعتہائے احمدیہ

عرصہ زیر رپورٹ میں پھیروچیچی۔ اٹھوال۔ کلانور۔ ہرد و روال (ضلع گورداسپور) نارووال۔ ببالوالی خانانوالی۔ گھٹیالیاں (ضلع سیالکوٹ) مگھیانہ (ضلع جھنگ) جلالپور جٹاں (ضلع گجرات) ہیٹیانہ (ضلع ہوشیارپور) ربنالہ اسٹیٹ (ضلع منٹگمری) کرڈبال (ضلع امرتسر) شاہدرہ (ضلع شیخوپورہ) گوکھووال چک ۱۲ گ ب و چک ۴۶ ج ب (ضلع لائلپور) سلانوالی۔ سرگودھا (ضلع شاہپور) پٹیالہ۔ سامانہ۔ محمودپور (ریاست پٹیالہ) کوہاٹ مردان۔ نوشہرہ۔ شاہ گئی (علاقہ سرحد) دہلی۔ بنارس۔ لکھنؤ۔ شاہجہانپور۔ کراچی۔ سکھر۔ بڈھاکوٹ (سندھ) سکندرآباد۔ کولمبو سے تبلیغی رپورٹیں موصول ہوئیں۔ جماعتہائے احمدیہ دہلی۔ پٹیالہ۔ سامانہ۔ سکندرآباد۔ کولمبو کے ذریعہ سے ایک ایک شخص داخل سلسلہ ہوا۔ اور جماعت احمدیہ گھٹیالیاں کے ذریعہ سے دو عیسائی عورتیں مشرف باسلام ہوئیں۔ جماعت احمدیہ دہلی ٹریکٹ بعنوان "ظہور امام علیہ السلام" کا نواں نمبر شائع کر چکی ہے۔ یہ سلسلہ ٹریکٹ نہایت مفید ثابت ہو رہا ہے۔ جماعتہائے احمدیہ نارووال و مردان نے بغیر مرکزی مبلغین کی امداد کے مقامی علماء سے نہایت کامیاب طور پر مناظرے کئے۔ باقی جماعتیں بھی اچھا کام کر رہی ہیں۔ انفرادی تبلیغ میں جماعت احمدیہ مردان کا نمبر عرصہ زیر رپورٹ میں پیش پیش ہے۔

تبلیغی اجتماعات کی روئداد

افسوس ہے۔ کہ اکثر مقامات سے مناظروں اور جلسوں کی روئدادیں دفتر دعوۃ و تبلیغ میں نہیں آتیں۔ بلکہ بعض جگہ سے الفضل کے لئے بھی نہیں آتیں۔ حالانکہ کام کرنا اور پھر اس کے نتائج و عام اثرات کی اشاعت کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس سے بھی سلسلہ کی اشاعت میں بہت مدد ملتی ہے۔ اور دشمن کے بعض غلط بیانات کی تردید ہو جاتی ہے۔ اس لئے مناظروں اور جلسوں کی روئدادوں کا جلد سے جلد آنا نہایت لازمی ہے۔ خواہ براہ راست اخبار الفضل میں بھیجی جائیں۔ یا دفتر دعوۃ و تبلیغ کی معرفت۔ لیکن بہتر طریق یہی ہے۔ کہ دفتر دعوۃ و تبلیغ کی معرفت بھیجی جائیں۔ تاکہ اس دفتر کو بھی ان کی اشاعت سے پہلے ضروری تفصیلات کا علم ہو جائے۔

ماہوار تبلیغی رپورٹوں کے متعلق ضروری اعلان

دفتر دعوۃ و تبلیغ اس امر کا متمنی ہے۔ کہ تمام احمدیہ جماعتوں کی طرف سے ماہوار تبلیغی رپورٹ ملنی چاہیئے۔ تبلیغی سکرٹری صاحبان کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیئے۔ کہ دفتر دعوۃ و تبلیغ نہ صرف ان کی اپنی کارگزاری دیکھنے کا متمنی ہے۔ اور نہ ہی ان کی رپورٹیں صرف کسی ایک فرد یا چند افراد کی کارگزاری پر مشتمل ہونی چاہئیں۔ بلکہ دفتر کا مطالبہ یہ ہے۔ کہ جماعت نے بحیثیت مجموعی جو کام کیا ہو۔ اس کا خلاصہ ماہوار رپورٹ میں پیش کیا جائے۔ اور اسی غرض کے لئے ماہوار تبلیغی رپورٹوں کے فارم چھپوا کر ہر ایک جماعت کے سکرٹری تبلیغ کی خدمت میں روانہ کر دیئے گئے ہیں۔

جن جماعتوں میں امیر یا پریذیڈنٹ یا جنرل سکرٹری مقرر ہیں۔ ان جماعتوں کی رپورٹیں بغیر ان کے دستخطوں کے نہیں آنی چاہئیں۔ اس کا یہ فائدہ ہوگا۔ کہ ان کو اپنی جماعت کے سکرٹری تبلیغ اور جماعت کے کام کی اطلاع ہوتی رہیگی۔ بلکہ ان عہدہ داروں کے لئے لازمی ہے۔ کہ تبلیغی سکرٹریوں کے کام کا معائنہ وقتاً فوقتاً کرتے رہیں۔ تاکہ کام کرنے یا جماعت سے کام لینے یا رپورٹ دینے میں سکرٹری تبلیغ تساہل اور سستی نہ کریں۔ اور جب کبھی ایسی صورت ہو۔ تو ان سے باز پرس کر کے ان کو ان کے فرائض کی بجا آوری کے لئے مجبور کر سکیں۔

ممالک خارجہ

ممالک خارجہ کی رپورٹیں وہاں کے مبلغین کی طرف سے الفضل میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن نائیجیریا مشن (مغربی افریقہ) میں چونکہ ہمارا کوئی باقاعدہ مبلغ نہیں ہے۔ اور جو لوگ کام کر رہے ہیں۔ وہ اردو نہیں جانتے۔ اس لئے وہ الفضل کے لئے رپورٹ بھی نہیں بھیج سکتے۔ تاہم دفتر دعوۃ و تبلیغ میں ان کی رپورٹیں آتی رہتی ہیں۔ اس مشن کی نائیجیریا میں متعدد شاخیں ہیں۔ امام قاسم اجوے اور امام شمس الدین اپنے اپنے حلقوں میں ان شاخوں کی نگرانی کرتے ہیں۔ تازہ ترین ڈاک میں امام قاسم اجوے نے ملک کے مختلف حصوں سے ۱۹ اصحاب کے بیعت فارم ارسال کئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان نومبائعین کو استقامت بخشے۔ اور کارکنان کے اخلاص اور دینی جوش میں برکت دے۔ (ناظر دعوۃ و تبلیغ)

"پیغام صلح" اور "دودھ کی مکھی"

یوں تو "پیغام صلح" ابتداء سے ہی لغوگوئی اور بیہودہ سرائی میں مصروف چلا آتا ہے۔ لیکن جب کبھی اس کے "ادارہ تحریر" میں نئے ارکان کا اضافہ ہوتا ہے۔ اس میں خرافات کا خاص طور پر اضافہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اپنی قابلیت کے جوہر دکھانے کے لئے ہر نیا رکن دشنام طرازی اور لغوگوئی میں پہلوں سے بڑھ جانے کی کوشش کرتا ہے۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ ایک مہاشہ جی نے جو پریم چند بنکر شردھانند آنجہانی کے اخبار "تیج" میں مضمون نویسی کی مشق کر رہے تھے۔ یک دم "پیغام صلح" کا ایڈیٹر۔ پرنٹر اور پبلشر بننے پر وہ خاک اڑائی کہ جس سے غیر مبائعین کے "حضرت امیر" بھی دامن نہ بچا سکے۔ اور ایسی ایسی اوٹ پٹانگ باتیں پیش کیں۔ کہ "حضرت امیر" کی تحریروں پر بھی پانی پھیر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مہاشہ جی کو پیغام کی ایڈیٹری سے علیحدہ کر دیا گیا۔ اور وہ ہاتھ ملتے رہ گئے۔ ان کا تو خیال ہوگا۔ کہ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کی شان میں نہایت ہی شرمناک بدگوئی اور الزام تراشی کے صلہ میں انہیں انعام و اکرام سے سرفراز کیا جائیگا۔ لیکن اپنی جہالت کے صدقے انہیں ایڈیٹری سے ہی ہاتھ دھونے پڑے۔ ان کے بعد ایک اور شخص "مرزا مظفر بیگ ساطع" کی باری آئی۔ مگر چند دن سے وہ بھی "ادارہ تحریر" سے خارج ہو چکے ہیں۔ اس شخص کی جہالت اور کم عقلی مہاشہ جی سے بھی چار قدم آگے بڑھ گئی۔ اس نے پیغام کے صفحات پر جو جو گل کھلائے۔ انکی حقیقت صرف ایک مثال سے معلوم ہو سکتی ہے۔ جو درج ذیل ہے۔

الفضل کے ایک مختصر سے نوٹ میں "پیغام صلح" کے ایک سراسر جھوٹے اتہام کا جواب دیتے ہوئے "دودھ کی مکھی" کا محاورہ استعمال ہوا تھا۔ یہ محاورہ ساطع صاحب کی طبع نازک پر اس لئے بہت گراں گزرا۔ کہ الفضل نے پیغام کے ان الفاظ کا کہ "اس عورت کی نظم کہ جس کو پڑھکر" مفہوم بیان کرینگی اہل پیغام سے استدعا کی تھی۔

ساطع صاحب نے اس فقرہ کی غلطی کو تو بیچارے کاتب کے سر تھوپ دیا۔ اور اسکا انتقام لینے کے ایڈیٹر الفضل کے متعلق لکھا۔

"ہمارے محاورات پر طعن کرنیوالے اپنی قابلیت کو کہاں لے جلینگے۔ چنانچہ مدیر "الفضل" اپنے اسی محولہ بالا کالم میں ایک فقرہ "دودھ کی مکھی" بھی لکھا ہے۔ شہد کی مکھی تو سنتے اور دیکھتے آئے ہیں۔ مگر یہ دودھ کی مکھی آج تک نہ دیکھی نہ سنی تھی۔ شاید مدیر الفضل کے علم میں کوئی ایسی مکھی ہی ہو۔ جو دودھ بناتی ہو۔ جسطرح شہد کی مکھی شہد۔ اور اگر یہ صحیح ہے۔ تو مدیر الفضل بہت جلد تفصیلات سے اطلاع دیں۔ کہ ہم پرتاپ۔ ملاپ بندے ماترم۔ پرکاش۔ آریہ گزٹ وغیرہ کو ایک نئی ماتا کی مہیا کیا دینے کو پیش کر سکیں۔"

(پیغام ۲۳ر ستمبر)

جس الڑکھے طریق سے دودھ کی مکھی کے محاورہ پر اعتراض کیا گیا۔ اور اسے غلط قرار دیتے ہوئے جس بھونڈے مذاق سے کام لیا گیا ہے۔ وہ بالکل ظاہر ہے۔ دودھ کی مکھی کا محاورہ اس قدر عام ہے۔ کہ کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ معمولی علم و عقل رکھنے والا بھی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن ساطع صاحب کی عقل و فکر کی رسائی ملاحظہ ہو۔ کہ وہ "دودھ کی مکھی" سے دودھ بنانے والی مکھی مراد لینا چاہتے ہیں۔ اور "مدیر الفضل" سے بہت جلد اسکی "تفصیلات" طلب فرما رہے ہیں۔ اگر پیغام صلح کا ادارہ تحریر اور ساطع صاحب "دودھ کی مکھی" کی تفصیلات معلوم کرنے کے ابھی تک شائق ہوں۔ تو معزز معاصر انقلاب ۱۹ر اکتوبر کا کالم افکار و حوادث ملاحظہ فرمالیں۔ جہاں مدیر افکار نے لالہ منوہر لال کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"لالہ جی اقتدار وزارت کے نشے میں وہ وہ بے ضابطگیاں شروع کر دیں۔ کہ صوبے کی ایک کثیر آبادی انکی مخالف ہو گئی۔ اور لالہ جی دودھ کی مکھی کی طرح وزارت سے نکال باہر پھینک دیئے گئے"۔

معاصر "انقلاب" کے مندرجہ بالا الفاظ میں "دودھ کی مکھی" کا محاورہ پڑھکر بھی اگر ارکان پیغام اور خاصکر ساطع صاحب کو کوئی شرم محسوس نہ ہو۔ اور ان پر اپنی جہالت منکشف نہ ہو۔ تو پھر اپنے "حضرت امیر" کی طرف رجوع کریں۔

چھٹا ایڈیشن چھپ کر فروخت ہو رہا ہے۔ ملک میں امن کو قائم کرنے کے خواہشمند زیادہ سے زیادہ اسکی اشاعت میں حصہ لیں

"ہندو راج کے منصوبے" کے متعلق چند معزز غیر احمدیوں کی آراء

اس سے قبل رسالہ ہذا کے متعلق احمدیوں اور دوسرے مسلمانوں کی بہت سی شاندار آراء شایع کی جا چکی ہیں۔ مگر ابھی ملک کے مختلف حصوں سے برابر آراء موصول ہو رہی ہیں۔ جو اس کتاب کی قبولیت کا بین ثبوت ہے۔ اور یہ محض خدا تعالےٰ کا فضل و احسان ہے۔ کہ اس نے مسلمانوں کے ہر فرقہ۔ ہر خیال اور ہر طبقہ میں اسے قبولیت بخشی۔ اور جو بیداری اور امن پسندی مسلمانوں میں پیدا ہونی چاہیئے تھی۔ وہ اس کے ذریعہ نہایت کامیابی سے پیدا ہو رہی ہے۔ مگر ابھی ضرورت ہے۔ کہ دوست اس کی اشاعت میں اور بھی حصہ لیں۔ جن جن جماعتوں نے ابھی یہ کتاب نہیں منگوائی۔ وہ بھی منگوالیں۔ اور جو پہلے منگوا چکے ہیں۔ وہ اور منگوائیں۔ اور جتنی بھی اشاعت ہو سکے۔ اس سے دریغ نہ فرماویں۔

قادری محمد مشیر احمد صاحب علوی۔ بی۔ اے (علیگ)

میڈلسٹ۔ آنریری جوائنٹ سکرٹری انجمن فتح اسلام و انجمن اردو لکھنؤ

"آپ کی بے مثل کتاب "ہندو راج کے منصوبے" ایک صاحب کے پاس میں نے دیکھی۔ میں آپ کو اس قدر نفیس کتاب مرتب کرنے پر مبارک باد دیتا ہوں۔ اگر آپ اس کتاب کو انگریزی میں انگلستان سے شایع کرتے۔ تو آپ کو یقیناً ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملتی۔ حقیقتاً یہ ایک تاریخی مقالہ ہے۔ اگر آپ چند نسخے مجھ کو بھیج سکیں۔ تو ضرور بھیج دیجئے۔ مجھکو مخصوص مقامات پر تقسیم کرنا ہے۔ اس سے بہتر کتاب اس وقت شایع نہیں ہو سکتی۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ حضرت امام صاحب جماعت احمدیہ کی خدمت میں ایک غیر احمدی کا ہدیہ سلام پہونچا دیجئے۔ میں نے سلطان محمد تغلق کی تاریخ مرتب کی ہے۔ اس میں آپ کی (اس کتاب) کی تمہید (ابتدائی ۲۸ صفحات) شایع کرنا چاہتا ہوں۔ اجازت ہے؟ اور اجازت نہ ہونے کی کیا وجہ۔ یہ تو ایک تاریخی مقالہ ہے۔ ہر مورخ آپ کی کتاب سے سند پیش کر سکتا ہے۔

اودھ۔ الجس رائل فیملی کے ایک معزز نواب صاحب

اپنے گرامی نامہ میں لکھتے ہیں۔ کہ:۔

جناب محترم دام مجدکم۔ تسلیم:۔ گو میری بد قسمتی سے آپ کی خدمت میں مجھے نیاز حاصل نہیں ہے۔ مگر چونکہ ہر مسلمان آپس میں بھائی ہے۔ اس وجہ سے کسی تعارف کی ضرورت نہیں اس زمانہ میں آپ کا تالیف کردہ رسالہ "ہندو راج کے منصوبے" میرے ایک دوست نے مجھے بھیجا۔ جس کو میں نے اول سے آخر تک نہایت توجہ کے ساتھ پڑھا۔ میرے نزدیک اردو میں اس سے بہتر تحریر شایع نہیں ہوئی۔ آپ نے کمال کیا۔ کہ سمندر کو کوزہ میں بند کیا۔ برادران وطن کی چالاکیوں اور عداوت کا پردہ فاش کیا۔ اور ایسا دندان شکن جواب دیا۔ کہ میاں کی جوتی۔ اور میاں ہی کا سر کا مصداق ہو گیا۔ ضرورت ہے۔ کہ اس کا انگریزی ترجمہ گول میز کانفرنس کے انگریز ممبروں کے سامنے ہو۔ تاکہ وہ ہندو ذہنیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے رائے قائم کریں۔ مسلمانوں کو خواب غفلت سے چونکانے کے واسطے تو یہ بہترین تازیانہ ہے۔ خداوند عالم آپ کے قلم میں قوت اور عمر میں طول کرامت فرمائے۔"

جناب بابا اللہ قاسم جعفری صاحب لکھنؤ یونیورسٹی

لکھتے ہیں کہ:۔

"آپ کی کتاب "ہندوستان میں ہندو راج کے منصوبے" مسلمانان طلباء لکھنؤ یونیورسٹی نے دیکھی۔ اور اس کو بے حد مفید اور قابل تعریف پایا۔ لہٰذا ہم لوگ آپ سے اجازت چاہتے ہیں۔ کہ یا تو آپ ہمیں اس کو بغرض اشاعت طبع کرنے کی اجازت فرمادیں۔ جس کے اخراجات ہم لوگ خود برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور اس کتاب کو مفت تقسیم کرینگے۔ ورنہ آپ اس کی پانچ سو یا ہزار مزید کاپیاں اور روانہ فرمائیں۔ تاکہ اس کی توسیع اشاعت کی کوشش کی جائے۔ اور تقریب قریب ہر ایک مسلمان طالب علم کے ہاتھ میں یہ کتاب پہونچ جائے۔ کہ وہ خود اس کی بیش بہا نصائح سے بہرہ ور ہو۔ اور دوسرے مسلم بھائیوں کو بھی مطلع کرنے میں سہولیت اور آسانی سے کام لے سکے۔ فقط۔

حافظ ابراہیم حسن صاحب وکیل علاقہ دکن

سے لکھتے ہیں:۔ کہ

"آپ کے حلقہ کی شایع شدہ کتاب "ہندوؤں کے آئندہ منصوبے" دیکھی۔ واقعی یہ کتاب برمحل شایع کی گئی ہے اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو سمجھ عطا فرمائے۔ اور آپ حضرات کو اس کا صلہ۔ جس محنت سے یہ کتاب شایع کی گئی ہے ضرورت ہے۔ کہ اس کی اشاعت بھی عام ہو جائے۔ کاش اس کا انتظام آپ کر سکیں۔ اور ہر مسلمان کم سے کم ایک مرتبہ پڑھ لے اپنی اصلاح و فلاح کے لئے مسلمانوں کی انفرادی کوششیں اس کتاب کے مطالعہ کے بعد میرا خیال ہے۔ کہ خود بخود پیدا ہو جائینگی اور بغیر ان معلومات کے حاصل کرنے کے جس طرح سینکڑوں انجمنیں قائم اور گمنام ہوتی رہتی ہیں۔ وہی سلسلہ جاری رہیگا۔ اور کوئی اصلاح نہ ہو گی۔ اس لئے کہ مسلمانوں کی حالت آج کل اس قدر پراگندہ ہے۔ کہ اس کا سنبھالنا کسی جماعت کا کام نہیں۔ سوائے اس کے کہ فرداً فرداً ہر شخص اپنی اصلاح و فلاح کا فکر اور سعی کرے۔ اور یہ احساس آپ کی اس کتاب سے عام طور پر پیدا ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد پھر ہر انجمن کی مساعی کامیاب ہونگی۔ کیونکہ جس شخص کو از خود تلاش ہو۔ اور اس کی مدد کی جائے۔ تو متلاشی فوراً اور یقیناً کامیاب ہوگا۔ امید ہے۔ کہ آپ اس طرف غور فرمائینگے"۔

جناب مرزا ناصر علی صاحب وکیل و امیر جماعت احمدیہ فیروزپور

"آپ کی تصنیف "ہندو راج کے منصوبے" بڑے شوق سے مسلمانوں میں مطالعہ ہو رہی ہے۔ میرا ایمان ہے۔ کہ جسطرح آریہ دجل کے پیدا ہونے پر اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حفاظت کیلئے مسیح موعود علیہ السلام کو پیدا کیا تھا۔ اسی طرح اس سیاسی تحریک کے بداثرات کے ازالہ کے لئے بھی اسی مسیح موعود کی پرورش یافتہ جماعت مسلمانوں کو راہ مستقیم پر قائم کرنیکی باعث ہوگی۔ جو مسلمان کانگریس کے نہایت دلدادہ تھے۔ وہ بھی یہ کتاب پڑھکر اپنی رائے و روش تبدیل کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ نہایت محنت اور دیانت داری سے واقعات درج کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپکو جزائے خیر دے۔ کار ثواب سمجھکر میں نے یہ کتاب بجائے ۶ر فی نسخہ کے ۳ر فی نسخہ کے طور پر فروخت کی ہیں۔ جو پچاس کاپیاں آپسے منگائی گئی تھیں۔ وہ صرف فیروزپور شہر اور چھاؤنی میں تقسیم ہو گئی ہیں۔ باقی ضلع کے واسطے ضرورت کا تخمینہ لگا کر تعداد کاپی مطلوبہ سے مطلع کرونگا۔ اسکے بعد فیروزپور سے سو کتابوں کا اور بھی آرڈر آیا۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء

قیمت فی نسخہ ۳ر ایک روپے کے تین پچاس کے ۱۲/۸ روپے۔ سو کی میں روپے

ملنے کا پتہ:۔ بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

—— لاہور۔ ۲۴ اکتوبر۔ مسٹر سی۔ اے۔ ایچ ٹاؤن سنڈ سی۔ آئی۔ ای فنانشل کمشنر پنجاب کونسل نے پنجاب کونسل کے ارکان سے حلف وفاداری لئے۔ پولیس کے انتظامات غیر معمولی طور پر زبردست تھے مسلح پولیس بھی موجود تھی۔ ایوان کونسل کے تمام راستوں پر زبردست پہرہ تھا؛

—— ہز ایکسیلنسی گورنر پنجاب نے پولیس ٹریننگ سکول پھلور کے معائنہ کے دوران میں پولیس افسروں کو تمغہ جات عطا کئے۔ اور ایک طویل تقریر میں پنجاب پولیس کی شاندار خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا۔ گذشتہ چند ماہ کا عرصہ انتہائی خطرات اور غیر معمولی مشکلات کا زمانہ تھا۔ کانگریس عدم تشدد کی حکمت عملی ترک کر کے تشدد پر اتر آئی تھی۔ اور قتل مارپیٹ اور پولیس کی تحقیر و تذلیل کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا۔ اگر ایسے موقع پر پولیس اپنی سرگرمیوں میں کوتاہی کرتی۔ تو ملک بدامنی اور بدنظمی کا گہوارہ بن جاتا؛

—— آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس کا سالانہ اجلاس بصدارت نواب صاحب آف ڈھاکہ بمقام لاہور بتاریخ ۲۹۔ ۳۰ نومبر ۱۹۳۰ء منعقد ہونا قرار پایا ہے؛

—— الہ آباد۔ ۲۴ اکتوبر۔ آج پنڈت جواہر لال نہرو کے خلاف ۱۲ اکتوبر کو تقریر کرنے کے جرم میں تین مقدمات سٹی مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوئے۔ پنڈت جی نے کارروائی عدالت میں حصہ لینے سے انکار کر دیا۔ فیصلہ محفوظ رکھا گیا؛

—— آل انڈیا مسلم کانفرنس کے اجلاس لکھنؤ کے لئے نواب محمد اسمٰعیل خان صاحب آف میرٹھ متفقہ طور پر صدر منتخب کئے گئے۔ اجلاس ۱۶ نومبر ۱۹۳۰ء منعقد کیا جائیگا

—— شملہ۔ ۲۳ اکتوبر۔ پشاور کے مغرب میں جنگی کارروائی شروع ہو چکی ہے۔ لیکن اس کے متعلق ابھی کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔ جو قابل ذکر ہو۔ افواج فیلڈ سروے پارٹی کی حیثیت میں بھیجی گئی ہیں۔ جدید سڑکوں کی تعمیر سے پیشتر ماہرین نے پیمائش شروع کر دی ہے۔ اور جا بجا چوکیاں مقرر کر دی گئی ہیں۔ اب تک دشمن کی طرف سے کوئی مقابلہ نہیں کیا گیا عام قیاس ہے۔ کہ چھاپوں اور معمولی چپقلشوں کا سلسلہ جاری رہیگا یہ بھی ممکن ہے۔ کہ ہماری چوکیوں اور پکٹوں پر حملے جاری رہیں جن کے مقابلہ میں غالباً ان کے دیہات اور سلسلہ آمد و رفت پر بم بھی گرانے پڑیں گے؛

—— الہ آباد۔ ۲۴ اکتوبر۔ آج پنڈت جواہر لال نہرو کے مقدمہ کے بعد نینی جیل کے احاطہ میں پنڈت گوبند مالویہ جنرل سیکرٹری آل انڈیا کانگریس کمیٹی کو گرفتار کر لیا گیا۔ یہ گرفتاری غالباً ۱۰ اکتوبر کو ایک تقریر کرنے کے جرم میں زیر دفعہ ۱۲۴ (الف) تعزیرات ہند عمل میں آئی ہے؛

—— حیدر آباد (دکن) ۲۳ اکتوبر۔ صغر سنی کی شادی کو روکنے کے لئے ریاست کی مجلس آئین ساز میں جس مسودہ قانون کے پیش کرنے کے متعلق تجویز کی گئی تھی۔ اسے ایگزیکٹو کونسل نے اس بناء پر مسترد کر دیا ہے۔ کہ یہ اس وقت نافذ ہونا چاہئے۔ جب قانون سارڈا برطانی ہند میں کامیاب ثابت ہو جائے؛

—— شملہ۔ ۲۲ اکتوبر۔ ہندوستان کے مختلف شہروں کی اطلاعات سے پایا جاتا ہے۔ کہ دیوالی کے موقعہ پر کانگریسیوں نے غیر ملکی اشیاء کے خلاف جو مظاہرے کئے۔ ان کے باعث ہندوستانی سوداگروں کو اکثر شہروں میں نقصان رہا؛

—— روزنامہ معزز معاصر ہمت لکھنؤ سے پانچ سو کی ضمانت طلب کی گئی تھی۔ اب معلوم ہوا ہے۔ کہ ہمت کی ضمانت کا حکم منسوخ کر دیا گیا ہے؛

—— رگبی۔ ۲۲ اکتوبر۔ امید کی جاتی ہے۔ ایوان امراء کی شاہی گیلری میں ۱۲ نومبر کو گول میز کانفرنس کا افتتاح ہز میجسٹی ملک معظم کی شاہانہ تقریر کے ساتھ عمل میں آئیگا۔ افتتاحی رسوم کے بعد کانفرنس چند یوم تک ملتوی ہو جائے گی۔ اس کے بعد کانفرنس کا اجلاس قصر سینٹ جیمز میں ۱۷ نومبر کو منعقد ہوگا؛

—— لندن۔ ۲۲ اکتوبر۔ آر ۱۰۱ کی تباہی کے متعلق جو عدالت تحقیقات مقرر ہوئی ہے۔ وہ سر جان سائمن لفٹنٹ کرنل مور بریبزن اور پروفیسر سی۔ ای۔ انگلش پر مشتمل ہے؛

—— پیرس۔ ۲۲ اکتوبر۔ "جمعیت یہود فرانس" کے نائب صدر نے ایک ملاقات کے دوران میں کہا۔ کہ فلسطین کے متعلق برطانی حکمت عملی کے خلاف احتجاج کے طور پر گاندھی جی کے چیلوں کی طرح فلسطین میں برطانیوں کا مقاطعہ کرنے کے لئے عنقریب ایک زبردست تحریک شروع کی جائیگی۔ اگر فلسطین کے دروازے یہودیوں کے لئے بند کر دیئے گئے۔ تو وہ شام میں فرانسیسی جھنڈے کے نیچے اپنا وطن بنا لیں گے؛

—— برلن۔ ۲۲ اکتوبر۔ ایکس لاچیپل کے قریب واہیلم کی کان میں تباہی خیز حادثہ پیش آیا تھا۔ اب معلوم ہوا ہے۔ کہ ۲۳۱ آدمی اس حادثہ کی نذر ہو گئے۔

—— لندن میں ۱۹۳۰ء میں انڈین سول سروس کا جو امتحان ہوا ۔ اس ۴۹ یورپین و ہندوستانی امیدوار کامیاب ہوئے ہیں۔ ان میں سے ۱۸ ہندوستانی ہیں۔ جو مختلف صوبوں کے رہنے والے ہیں۔ ۱۸ میں سے صرف ایک مسلمان ہے۔

—— لاہور۔ ۲۳ اکتوبر۔ مقدمہ سازش لاہور کی پریوی کونسل میں اپیل کے سلسلہ میں سپیشل ٹربیونل کے فیصلہ کی نقل سالیسٹروں کو لنڈن بھیجدی گئی ہے۔ مجرمین کی سزا پھانسی فی الحال ملتوی کر دی گئی ہے۔

—— چین کے صوبہ شانسی میں قحط سے ۵ لاکھ آدمی مر گئے ہیں۔ اور اب قحط کے بعد پلیگ سے تباہی ہو رہی ہے۔ لوگ اپنے گھر چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ پلیگ کا بیحد زور ہے۔

—— امرتسر۔ ۱۹ اکتوبر۔ مولوی محمد میر ساکن بھابڑی نے جو مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے دست راست ہیں۔ اپنے لڑکے کی شادی کے متعلق امرتسر میں ایک شخص محمد اسمٰعیل کے ہاں انتظام کیا یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ مولوی صاحب نے ایک ہزار روپے کی قیمت کے زیورات اپنی بہو کو پہنانے کا اقرار کیا تھا۔ مگر جب برات سمدھی کے ہاں پہنچی۔ اور دولھا والوں نے زیورات پیش کئے۔ تو معلوم ہوا کہ وہ چاندی یا اور کسی چیز کے ہیں۔ مگر ان پر سونے کا جھول چڑھا ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ رنگ میں بھنگ پڑ گیا۔ اور معاملہ کی اطلاع کسی نہ کسی طرح پولیس والوں کو مل گئی۔ تفتیش جاری ہے۔ (زمیندار ۲۱ اکتوبر)

—— شملہ۔ ۲۳ اکتوبر۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ اگر صوبہ سرحد علیحدہ بھی رہے۔ تو بھی ضلع پشاور کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے سوال کو بڑا اہم اور ضروری خیال کیا جا رہا ہے۔ اس ضلع کا انتظام ہمیشہ ایک بوجھ رہا ہے۔ اور آفریدیوں کی یورش حال ہی میں ہوئی۔ اس نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ ایک ڈپٹی کمشنر کے لئے ضلع کے متعلق ذاتی واقفیت حاصل کرنا ناممکن ہے۔ تقسیم کی ضرورت کو اب بہت ہی محسوس کیا جا رہا ہے۔

—— کوئٹہ۔ ۲۴ اکتوبر۔ پیپلز بنک کے منیجر اور دیگر تمام عملہ کو ۱۴ ہزار روپے کی چوری کے سلسلہ میں جو حال ہی میں ہوئی ہے۔ گرفتار کر لیا گیا ہے۔

—— ریاست بھوپال کے نواب صاحب یورپ روانہ ہو گئے ہیں۔ ان کی غیر حاضری میں تین اصحاب کی وزارت ریاست کا انتظام کرے گی۔

—— لنڈن۔ ۲۱ اکتوبر۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ لارڈ ولنگڈن نے وائسرائے ہند بننے سے انکار کر دیا ہے۔

—— سورت۔ ۲۲ اکتوبر۔ پرسوں مسلمانوں کا ایک اور جتھ تعلقہ جلالپور کو اس غرض سے بھیجا گیا۔ کہ سرکاری افسران کو چاول کی فصل قرق کرنے میں مدد دے۔ اور جو کھیت عدم ادائیگی لگان کی بناء پر بحق حکومت ضبط کر لئے گئے ہیں۔ ان کی حفاظت کرے؛

(عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کیلئے قادیان سے شائع کیا)